بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

زیر سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

مئی ۲۰۱۸ء

جلد نمبر ۴۲ شمارہ ۵

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر 15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	زنااور اسباب زنا	مبارک حسین مصباحی	۳

تحقیقات

علمی تحقیق	علومِ اسلامی میں قابلِ اشاعت تحقیقی مقالے (پانچویں قسط)	خورشید احمد سعیدی	۹

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۴

نظریات

فکر امروز	آصفہ کی چیخ پر انسانی ضمیر کی اجتماعی بیداری	مولانا محمد عابد چشتی	۱۶

اسلامیات

شعاعیں	دعا اور آداب دعا	مولانا ازہار احمد امجدی	۱۸

شخصیات

انوارِ حیات	امام شاطبی: احوال واوصاف	مولانا نثار احمد خاں مصباحی	۲۳

سیاسیات

آئینۂ وطن	طلاقِ ثلاثہ بل: پس منظر و پیش منظر	صابر رضا رہبر	۲۸

بزمِ دانش

فکر و نظر	ملفوظات صوفیہ: ایک گراں قدر علمی وادبی سرمایہ	محمد طفیل احمد مصباحی/محمد عارف حسین مصباحی	۳۰

ادبیات

نقد و نظر	فتاوائے اشرفیہ	تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی	۳۶
خیابانِ حرم	نعتیں	ماسٹر مظہر علی چشتی/مہتاب پیامی/شاکر علی رضوی مصباحی	۳۸
سفرِ آخرت	الحاج سرفراز احمد ناظمِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ کی اہلیہ کا وصال پر ملال	مبارک حسین مصباحی	۳۹
	آہ قطبِ کویت علامہ الحاج سید یوسف سید ہاشم الرفاعی	شیر زماں ملک	۴۰
	تلمیذ حافظِ ملت مولانا عبد العزیز مصباحی کا سانحۂ ارتحال	سید شاہ حامد حسن میاں	۴۵

مکتوبات

صدائے باز گشت	محمد اسماعیل بدایونی/فیاض احمد مصباحی		۴۶

سرگرمیاں

جماعتی احوال	بریلی شریف میں علامہ خوشتر سیمینار و کانفرنس		۴۸
خیر و خبر	کمالات مصطفیٰ معروف بہ "الامن والعلی" کی تقریب رسم اجرا/چھترپور میں تحفظِ شریعت کانفرنس/الحاج احسان احمد کے نوجوان لڑکے کا انتقال		۵۳

زنا اور اسبابِ زنا

مبارک حسین مصباحی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل، ۳۲)
اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔

دوسرے مقام پر قرآن عظیم میں ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (مؤمنون: ۵،۶،۷)

اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہیں۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے قضائے شہوت کرنا حرام ہے۔ سعد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو عذاب کیا جو اپنی شرم گاہوں سے کھیل کرتے تھے۔

اب زنا اور بدکاری کی مذمت میں احادیث نبویہ ملاحظہ فرمائیے:

ابوداؤد و ترمذی و بیہقی و حاکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر سر پر مثل سائبان کے ہو جاتا ہے، جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔" (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، الحدیث: ۴۶۹۰، ص: ۱۰۶۷)

بزار بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرم گاہ کی بدبو جہنم والوں کو ایذا دے گی۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحدود، الحدیث: ۱۰۵۴۰، ج:۶، ص: ۳۸۹)

بخاری و مسلم ابوہریرہ و زید ابن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخصوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ ایک نے کہا، ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ فرما دیجیے، دوسرے نے بھی کہا ہاں یا رسول اللہ! کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کیجیے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔ ارشاد فرمایا: "عرض کرو" اس نے کہا میرا لڑکا اس کے یہاں مزدور تھا، اس نے اس کی عورت سے زنا کیا، لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے لڑکے پر رجم ہے۔ میں نے سو بکریاں اور کنیز اپنے لڑکے کے فدیہ میں دیں، پھر جب میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انھوں نے خبر دی کہ میرے لڑکے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور اس کی عورت پر رجم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں تم دونوں میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور کنیز واپس کی جائیں اور تیرے لڑکے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کو شہر بدر کیا جائے۔" [اس کے بعد انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا] اے انیس! صبح کو تم ان کی عورت کے پاس جاؤ، وہ اقرار کرے تو رجم کر دو۔ عورت نے اقرار کیا اور اس کو رجم کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود، الحدیث ۲۵ (۱۶۹۷)، ص: ۹۳۴)

معراج کی شب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے اور دوسری ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے۔ یہ اس گلے سڑے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیلِ امین نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی پاکیزہ اور حلال بیبیوں کو چھوڑ کر دوسری حرام عورتوں کے ساتھ راتیں گزارتے ہیں [یعنی زناکاری اور بدکاری میں مبتلا ہوئے ہیں] اور برائی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کو چھوڑ کر دوسرے مردوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی ہیں اور بدکاری [زناکاری] کی مرتکب ہوتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:۲)

زنا سے واقع ہونے والے فسادات:

اس عنوان کے تحت حضرت علامہ عبد الرزاق بھترالوی نے اپنی معروف کتاب "موت کا منظر" میں چند باتیں تفسیر کی مشہور کتاب "تفسیر کبیر" کے حوالے سے نقل فرمائی ہیں۔ ہم ذیل میں انھیں اپنے لب و لہجے میں سپرد قلم کرتے ہیں۔

(۱)-جس عورت کے شوہر کو معلوم ہو کہ یہ عورت زانیہ ہے، جب اس عورت کے بچہ پیدا ہوگا تو اس شوہر کو یقین نہیں ہوگا کہ یہ بچہ میرا ہے یا کسی اور کا، اس طرح وہ بچے کی تربیت صحیح طور پر نہیں کرے گا اور اس کی ذمہ داریاں قبول نہیں کرے گا، ایسا کرنے سے اولاد ضائع ہوگی، نسل کے منقطع ہونے کا سبب بنے گا اور نظامِ کائنات برباد ہو کر رہ جائے گا۔

(۲)-شوہر کی شرعی حیثیت سے بیوی کی حلت (حلال ہونا) حاصل ہے، دوسرے کو یہ حیثیت حاصل نہیں، یہی وجہ ہے کہ عورت کو شرعی طور پر شوہر ہی لازم ہے۔ دوسرا کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا، لیکن پھیر بھی اگر عورت نے کسی اور کی طرف توجہ کی تو فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا، جس سے کسی نہ کسی شخص کا قتل ہو جائے گا۔ کتنی ہی بار ہم نے سنا کہ فلاں شخص کا قتل ہو گیا، اس کے اسباب معلوم کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک عورت کے زنا کا نتیجہ ہے۔

(۳)-جب عورت زنا کی عادت ڈال لیتی ہے اور یہ برا کام اس کا تختۂ مشق بن جاتا ہے تو ایسی عورت سے نیک طبیعت اور سیدھی طبیعت والا انسان نفرت کرتا ہے، اسے گندی اور ناپاک عورت سمجھتا ہے۔ ایسے حالات میں عورت اور اس کے شوہر میں الفت و محبت برقرار نہیں رہ سکتی۔ نہ ہی سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی ازدواجی تعلق قائم رہ سکتا ہے۔

(۴)-جب زنا کا دروازہ کھل جائے اور زنا عام ہو جائے تو ہر انسان کو ہر عورت کے پاس آنا جانا حاصل ہو جائے گا، جس وقت وہ جس عورت کے پاس جانا چاہے کوئی رکاوٹ نہ ہو تو انسانوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہے گا، اگر انسانوں کا کام بھی حیوانوں کی طرح ہو گیا تو پھر ایک انسان کا تمام مخلوق سے افضل ہونا کیسا ہوگا؟

(۵)-شادی کر کے کسی عورت کو اپنی زوجہ بنانے کا مقصد صرف شہوت پورا کرنا نہیں ہے بلکہ اسے اپنے گھریلو معاملات میں شریک کرنا، کھانے پینے اور لباس تیار کرنے میں معاون بنانا ہے۔ اپنے گھر کی مالکہ بنانا اور اپنے گھر میں کسی اور کو آنے سے روکنے کے لیے دروازہ کی محافظہ اور نگہبان بنانا ہے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اس عورت کی توجہ کا محور صرف اس کا شوہر ہو، دوسرے مردوں سے اُسے کوئی امید نہ ہو، ان سے اس کے تعلقات مکمل طور پر منقطع ہوں، یہ سارے مقاصد زنا کے مکمل طور پر حرام ہونے ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ جب زنا کا دروازہ مکمل طریقے سے بند ہوگا تو اس کے گھر کا دروازہ غیروں پر اسی وقت بند ہو سکے گا۔

(۶)-زوجہ کو حاصل کرنے کا مقصد ان منافع کا حصول ہے جو نکاح سے حاصل ہوتے ہیں، یعنی نیک اولاد کا حاصل کرنا، اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انسان کی نظر اپنی زوجہ پر ہو۔ (موت کا منظر، ص:۱۹۱، ۱۹۲، مطبوعہ المجمع المصباحی، مبارک پور)

عہدِ حاضر میں زنا کے چند محرکات:

یہ چند باتیں ہم نے اپنے بزرگوں کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ اب عہدِ حاضر کے تعلق سے زنا کے چند محرکات نقل کرتے ہیں:

ایک وبا فلمی دنیا کی ہے، اس میں بھی نام نہاد مسلمانوں کی لڑکیاں مختلف شعبوں میں شریک ہوتی ہیں، بڑی بڑی ہیروئینیں بھی برسرِ عمل نظر آتی ہیں۔ اسی طرح دیگر معاملاتِ حسن و عشق میں مسلم خواتین کا عمل ہوتا ہے۔ اس ناپاک دنیا میں نام نہاد مسلم نوجوان بھی مصروفِ کار معلوم ہوتے ہیں۔ ان منزلوں تک پہنچنے کے لیے لڑکیوں کو زناکاریوں کی کن کن منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، یہ باتیں عام طور پر اکثر لوگ جانتے ہیں۔ بعض دوشیزاؤں کو تو اسی شرط پر داخل کیا جاتا ہے کہ تمھیں ہم یقیناً لیں گے مگر شرط یہ ناپاک کام بھی ہے، اور لڑکیاں بخوشی قبول بھی کر لیتی ہیں، اسی طرح چھوٹے پردوں پر کام کرنے والیاں بھی ہیں اور ان سب سے کہیں زیادہ ناپاک عمل کھیل کے میدانوں میں کھیلنے والی ہیں اور کھیل کے مختلف میدانوں میں تقریباً برہنہ ہو کر زور آزمائی کرنے والی لڑکیاں بھی ہیں۔ اس گفتگو کا حاصل یہ ہرگز نہیں کہ اگر برہنہ نہ ہوں اور زناکاریوں اور بوس و کنار کے مرحلوں سے نہ گزریں تو یہ سب جائز ہوگا۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ زناکاریوں اور بدکاریوں کے اسباب سے چند بڑے اسباب یہ بھی ہیں۔

اسی طرح آپ دیکھیں کہ طوائفیں بھی ہیں جو حکومتی سطح پر اجازت یافتہ ہوتی ہیں، کیا ان نام نہاد مسلمان لڑکیوں کو شریعت کوئی اجازت دیتی ہے۔ ان کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں وہ نام کی مسلم دوشیزائیں بھی ہیں جن کا دھندہ ہی زنا کاری ہے۔ ان حسن کی پیکر دوشیزاؤں کے ساتھ شب گزاری ذرا مہنگی ہوتی ہے، اس طرح انٹرنیٹ پر لاکھوں لڑکیاں ہیں، جن کے نام تو مسلم ہوتے ہیں مگر ان کے کرتوت انتہائی بدتر ہوتے ہیں۔

آپ ذرا سیاست دانوں پر نگاہ ڈالیں تو ایک تعداد ان مسلم سیاست دانوں کی ہے جو باضابطہ رکھیلوں سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں۔ حسبِ ضرورت اپنے ساتھ ہوٹلوں میں ٹھہراتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ایک شریف انسان جن کرتوتوں کو سننا بھی گوارا نہیں کرتا، اسی طرح دولت مندوں کے گھروں میں نوجوان مسلم ملازمائیں بھی رہتی ہیں، ان پریشان حال ملازماؤں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ گھر کے اکثر افراد ان سے زنا کاری اور بوس وکنار کے مراحل سے گزارتے رہتے ہیں۔

ہم نے یقینی ذرائع سے سنا ہے کہ بڑے شہروں میں زنا کاری کرنے والے مخصوص لباس میں مشہور مقامات پر کھڑے رہتے ہیں اور بڑے گھروں کی خواتین اپنی گاڑیوں سے آتی ہیں اور ان نوجوانوں کو رقم دینے کا وعدہ کرکے اپنے ساتھ بٹھا کر لے جاتی ہیں اور اپنے مخصوص مقامات پر حسب منشا وہ سب کچھ کرتی کراتی ہیں جن کے تصور ہی سے ایک انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اس طرح دہلی اور ممبئی وغیرہ بڑے شہروں میں مین روڈ پر ایسے مقامات بنے رہتے ہیں جن کے محفوظ خانوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لیے کرائے پر لیا جاتا ہے، حسب وعدہ لڑکے اور لڑکیاں آکر مسلسل زنا کاریاں کرتے ہیں اور وقت پر اس جگہ کو چھوڑ کر دونوں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔

خاکِ ہند کے چند معروف واقعات:

کھٹوعہ کشمیر کی آٹھ سالہ آصفہ کے ساتھ زنا کاری کرکے قتل کر دیا گیا، اس واقعہ کے ایک کلیدی ملزم سانجھی رام نے پولیس کو بتایا کہ بچی کے اغوا کے چار دن بعد اس کی عصمت دری کے بارے میں معلوم ہوا، ملزم کے مطابق عصمت دری میں اپنے بیٹے کے شامل ہونے کا پتہ چلنے کے بعد اس نے بچی کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، تفتیش کاروں نے بتایا ۱۰/ جنوری ۲۰۱۸ء کو اغوا کی گئی آصفہ سے اسی دن سب سے پہلے سانجھی رام کے نابالغ بھتیجے نے عصمت دری کی تھی۔ سانجھی رام نے اس کے بعد طے کیا کہ بچی کو مار دینا چاہیے۔ ۱۴/ جنوری کو بچی کو قتل کر دیا گیا، ۱۷/ جنوری کو جنگل میں اس کی لاش برآمد ہوئی۔ سانجھی رام نے اپنے بھتیجے کو جرم قبول کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں بچیوں کی عصمت تار تار کرنے کا یہ ناپاک سلسلہ کہاں تک جاری رہے گا

اناؤ عصمت دری کے معاملے میں ملوث کوئی عام آدمی نہیں بلکہ بی جے پی کے ممبر اسمبلی کلدیپ سنگھ ہیں۔ متاثرہ کا نام تو میڈیا دینے سے اب تک قاصر رہی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ متاثرہ کے والد کو جیل میں موت کا مرحلہ بھی طے کرنا پڑا۔ مجرم کو ۱۲/ اپریل کو راجدھانی کے اندرانگر علاقے سے حراست میں لیا گیا تھا، ۱۴/ روزہ ریمانڈ مکمل ہونے کے بعد سی بی آئی ٹیم بی جے پی کے ممبر اسمبلی کلدیپ سنگھ اور ان کی حامی ششی سنگھ کو اناؤ جیل لے کر پہنچ چکی ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ سی بی آئی کی ہدایت کے باوجود جیل کے گرد کوئی حفاظتی انتظامات نہیں کیے گئے تھے، مگر جب کاغذی کارروائی مکمل کرکے یہ ٹیم باہر نکلی تو وہاں پولیس موجود تھی، میڈیکل کالج نے بتایا ہے کہ ملزم کی مردانگی کی جانچ لکھنؤ کے پی.جی آئی یا دہلی کے ایمس میں ہو سکتی ہے۔

زنا کاری کے معاملات صرف چند ہی نہیں بلکہ ہمارے ملک ہندوستان میں ان کی کثیر تعداد ہے۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ بے شمار غریب اہلِ خانہ تڑپتے رہتے ہیں مگر ان کی کوئی سنوائی نہیں ہوتی، یہ ایک سچائی ہے کہ یہ معاملات تو ہر دور میں ہوتے رہے ہیں مگر اس دور میں ان کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۲/ سال کی بچیوں کے ساتھ ملوث ہونے والے افراد کو پھانسی دینے کا قانون منظور کرنے کی تیاری ہے، مگر اس میں بھی مسلم اور دلت ہی نشانہ بنیں گے، اس کی ایک مثال ذیل میں دیکھیے:

غازی آباد کی نیل کمل کالونی کے باشندوں نے قومی شاہراہ پر ۴/ گھنٹے تک راستہ روکے رکھا۔ یہ لوگ عصمت دری کے ایک واقعہ کے خلاف ایک ہندو نام والی تنظیم کے بینر کے تحت احتجاج کر رہے تھے۔ یقیناً کسی علاقے کے لوگ عصمت دری کے خلاف اس قدر بیدار ہوجائیں تو پھر وہ کسی شاہ راہ پر اگر چند گھنٹے نہیں دو چار مہینے کا جام بھی لگائیں تو ان کا خیر مقدم کیا جانا چاہیے، مگر افسوس یہ ہے کہ یہ لوگ اس لیے احتجاج نہیں کر رہے تھے کہ کسی لڑکی کی آبرو ریزی ہوئی ہے، بلکہ اس لیے احتجاج کر رہے تھے کہ جس مکان میں ایک نابالغ لڑکی کے ساتھ ایک نابالغ نوجوان نے زنا کیا اسی مکان کے ایک حصے میں ایک مولوی صاحب مدرسہ بھی چلاتے ہیں۔ اس بھیڑ کا پرزور مطالبہ تھا کہ مدرسے کو بند کر دیا جائے۔ اب

آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ عصمت دری کے نام پر کون سا گیم کھیلا جارہا ہے۔ وہ تو کہیے کہ اس معاملے میں ملوث لڑکے کا مذہب وہی تھا جو لڑکی کا تھا، اس لیے اس معاملے کو لوجہاد کا رنگ نہیں دیا جاسکا۔ پورا واقعہ یوں ہے کہ غازی آباد کے اسی محلے میں رہنے والا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دوسرے کو جانتے تھے، اس کے بعد لڑکی کے گھر والے غازی آباد سے شفٹ ہوکر دہلی چلے گئے، ۲۱/ اپریل کو وہ لڑکا اس لڑکی کو بہلا پھسلا کر غازی آباد لایا، اور اسی مدرسے کے ایک کمرے میں ٹھہرا۔ ادھر لڑکی کے گھر والوں نے گم شدگی کی رپورٹ درج کروادی اور پھر فون کی لوکیشن کا پتہ لگا کر پولیس نے لڑکی کو اس مدرسے سے برآمد کرلیا۔ جس کے بعد لڑکی نے پولیس کو بتایا کہ لڑکے نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا، لڑکی کی برآمدگی کے بعد محلے کے کچھ افراد نے ہنگامہ آرائی شروع کردی اور فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانا شروع کردی، مزے کی بات یہ ہے کہ جس اخبار میں اس مظاہرے کی خبر چھپی ہے اس کے اسی صفحے پر عصمت دری کے تین واقعات کی خبریں بھی چھپی ہیں، مگر ان خبروں پر نہ تو کوئی احتجاج کرنے والا تھا اور نہ کسی کو ان خبروں سے کوئی تکلیف پہنچی تھی، بلکہ نیشنل ہائی وے پر کچھ لوگوں نے ہاتھوں میں ایسے بینر اٹھائے تھے جن پر لکھا تھا "بلاتکاری مولوی کو پھانسی دو" کٹھوعہ پر اتنا شور تو اس معاملے میں خاموشی کیوں؟ ان بینروں سے یہ بات تو صاف ہوگئی کہ مظاہرین کو "ریپ" کا غم نہیں بلکہ کٹھوعہ اور اناؤ کے واقعات کے خلاف بلا تفریق مذہب و ملت جو ملک گیر مظاہرے ہوئے ان کی تکلیف ہے۔ زانی کے بجائے مدرسے کو نشانہ بنانے والوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اپنے دامن پر لگی کیچڑ کو کم کرنے کے لیے دوسروں پر کیچڑ اچھالنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ بلکہ سب کو ساتھ لے کر دیش کے چہرے کو داغ دار کرنے والوں کے خلاف مہم چلانا ہوگی اور جرائم پر مذہب کا لیبل لگانے سے بچنا ہوگا۔

خواتین کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم "کیر انڈیا" (Care India) کی اپنی ذاتی تحقیق بتاتی ہے کہ ملک کی ۹۰/ فیصد خواتین جنسی تشدد کا شکار ہیں اور انہیں مختلف مراحل اور مقامات پر مردوں کی طرف سے غیر مہذب سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مذکورہ تنظیم کے سروے میں جن باتوں کا انکشاف ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

" سروے کے مطابق ۵۳/ فیصد خواتین کو پھبتیاں یا فقرے کس کر جنسی تشدد کا شکار بنایا جاتا ہے، جبکہ ۵۱/ فیصد مرد خواتین کو گھیرتے ہیں۔ سروے میں شامل ۵۲/ فیصد طالبات کو مردوں نے زبردستی چھونے، پکڑنے، یا مروڑنے اور کاٹنے کی حرکتیں کیں۔ اور یہ واقعات بند کوٹھری یا سنسان مقامات پر نہیں بلکہ بس اسٹینڈ، اسکول کے راستے اور خود اسکول اور کالج کے احاطوں میں ہوئے ہیں۔ یعنی یہ مقامات بھی ان کے لیے اطمینان کی حد تک محفوظ نہیں ہیں "۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ یہ ایک غیر سیاسی تنظیم کا سروے ہے، ہم صد فی صد تو اس کی تصدیق نہیں کرتے، مگر اس سروے سے ملک کے عمومی حالات کا اندازہ ضرور لگایا جاتا ہے۔ ہم آئے دن مختلف زبانوں کے اخبارات میں اور انٹرنیٹ کے دیگر ذرائع ابلاغ میں جنسی تشدد کے واقعات پڑھتے ہیں، ابھی ایک حادثے کا احتجاجی رنگ ہلکا نہیں ہوتا کہ دوسرا واقعہ سامنے آجاتا ہے۔ تین سالہ، چار سالہ اور سات آٹھ سالہ بچیوں کا آخر ایسا کون سا جرم ہے کہ انھیں جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

زنا اور جنسی تشدد پر مبنی حادثات جہاں انسان کی "گندی ذہنیت" کا نتیجہ ہوتے ہیں، وہیں ساتھ ہی ساتھ ہمارے معاشرے میں کچھ ایسی چیزیں در آئی ہیں جو زنا اور نوجوانوں کی جنسی بے راہ روی کے لیے محرک کا کام کررہی ہیں۔ مثلاً: جنسی مناظر سے بھری ہوئی فلمیں، جنہیں دیکھ کر نوجوانوں کے اندر جنسی احساسات میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے، گندہ لٹریچر جو ہر نوجوان کی دسترس میں ہے۔ نیٹ کی دنیا میں موجود جنسی مواد، جسے دیکھ کر یہ نسل وقت سے پہلے بڑی ہورہی ہے، خواتین کا اپنے حسن و زینت کی نمائش کرتے ہوئے بے پردہ نکلنا۔ ایسے تنگ و چست لباس زیب تن کرنا جو جنسی جذبات بھڑکا دیں۔ مخلوط تعلیمی نظام۔ راتوں میں پیشگی حفاظت کے بغیر گھومنا۔ آرٹ کے نام پر عورتوں کے جسم کی بے غیرت نمائش۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو زنا کے بڑھتے واقعات میں محرک کا کام کررہی ہیں۔ اگر ان پر اچھی طرح قدغن لگا دیا جائے تو بہت حد تک ہم معاشرے سے اس لعنت کا صفایا کرنے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔

جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنے والے بابا رام رحیم سے اب کون واقف نہیں، اس کی عیش کوشیاں، درندگیاں اور زنا کاریاں سامنے آئیں تو پورا ملک ہل کر رہ گیا، اس کی حمایت میں جان دینے والے اور اس پر سب کچھ قربان کرنے والے بھی سامنے آئے، لیکن عقیدت و محبت سے معاملات حل نہیں ہوتے بلکہ عدالت ہی کا فیصلہ حرفِ آخر ہوتا ہے، اگر حق و انصاف کا خون نہ کیا جائے۔

اوراب آسارام کوعمرقید:

معاملہ آبروریزی کی شکار ۱۶/ سالہ نابالغ لڑکی کا ہے جس کے والد، والدہ، بھائی اور خود متاثرہ سنت آسارام باپو کو خدامان کران کی عقیدت میں پاگل تھی، واقعہ یہ ہے کہ اسی متاثرہ لڑکی کے والد نے واقعہ سے قبل شاہجہاں پور میں آشرم کے لیے زمین خریدوائی، لاکھوں روپے باپو کی خدمت میں خرچ کیے لیکن اندھی عقیدت میں انھیں سنت کے اندر بیٹھاراکشش کبھی دکھائی نہیں دیا۔

عدالت نے اجتماعی آبروریزی ۳۷۶ڈی کے معاملہ میں آسارام کے چار خدمت گزاروں میں سے شرت چندر، شلپی کو بھی مجرم مانا، جب کہ پرکاش اور شیوا کو بری کردیا۔ان میں سے پرکاش کو چھوڑ کرباقی تمام ضمانت پر تھے۔پرکاش نے جیل میں آسارام کی خدمت کرنے کے لیے ضمانت نہیں لی تھی۔ اس دوران اس مقدمہ میں کئی نشیب وفراز آئے مگر متاثرہ لڑکی اپنے بیان سے ٹس سے مس نہیں ہوئی، اس معاملہ میں استغاثہ کی حمایت میں بیان دینے والے کرپال سنگھ کو بھی مارڈالا گیا۔اس دوران بہت سے گواہوں کواغواکر کے قتل کرنے کے الزامات بھی لگائے گئے۔

قابلِ ذکر ہے کہ اترپردیش کے شاہ جہان پور کی ایک نابالغ لڑکی نے آسارام پر جودھ پور کے آشرم میں جنسی استحصال کا الزام لگایا تھا۔ وہ چھندواڑہ کے گروکل میں پڑھتی تھی اوراسے جودھ پور کے منائی آشرم میں بھیجا گیا، جہاں آسارام نے اس کا جنسی استحصال کیا۔اس وقت متاثرہ کی عمر ۱۶/ سال تھی، اس نے دہلی کے کملامارکیٹ تھانے میں یہ معاملہ درج کرایا تھا، جسے بعد میں جودھ پور پولیس کو ٹرانسفر کردیا۔ آسارام نے ذیلی عدالت سے لے کر سپریم کورٹ تک ۱۱/ بارضمانت لینے کی کوشش کی اور معروف وکیلوں کی فوج کو کمرۂ عدالت میں اتارامگر کامیابی نہیں ملی۔

یہ وہی آسارام ہیں جن کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۶، ۳۴۲، ۵۰۶اور ۵۰۹ پر یونشن آف چلڈرن فرام سیکسول آفینسز ایکٹ (پی او سی او)کی دفعہ ۸، اور جوینائل جسٹس ایکٹ کی دفعہ ۲۳/ اور ۲۶/ کے تحت مقدمار درج تھے۔

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ جب ایک ایسے آدمی کو ایک کمسن لڑکی کی آبروریزی کے معاملے میں عمرقید کی سزا سنائی گئی ہے۔جس کے ۴۰۰/ آشرم اور بڑے بڑے سیاست دانوں سمیت لاکھوں عقیدت مند تھے۔لیکن اس کے عقیدت مند محبت سے اس ڈھونگی باباکو باپو کہہ کرپکارتے تھے، جب کہ ۱۹۷۱ء سے پہلے تک اس شخص کا نام ”آسومل تھاؤمل ہرپلانی“ تھا۔یہ شخص ۱۹۴۱ء میں سندھ کے نواب شاہ ضلع کے بیرانی گاؤں میں پیدا ہوا تھا اور تقسیمِ وطن کے بعد اپنے والدین کے ساتھ احمد آباد میں بس گیا تھا۔جہاں اس کے والد نے کوئلے اور جلانے کی لکڑی بیچنے کا کام شروع کیا۔اپنے والد کے مرنے کے بعد آسومل نے کچھ عرصے تک اسی کاروبار کو آگے بڑھایا، پھراس کولگا کہ دنیاوی کاروبار ترک کر کے روحانیت کا رخ کرنا چاہیے اور اس نے بظاہر دنیا ترک کر کے آشرم میں زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا۔

یہاں پر کہتا چلوں کہ ہندوستان کے سادھو سنت، دنیا سے کنارہ کر کے اور عیش وعشرت کو ٹھوکر مار کر نہایت سادہ زندگی گزارنے کے لیے صدیوں سے مشہور رہے ہیں، گوشہ نشین اور تارک الدنیا ان روحانی افراد نے اپنے لیے دنیاوی آسائشیں نہیں ڈھونڈیں بلکہ ہمیشہ عام انسانوں کی خدمت کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا، مگرافسوس کہ آزادی کے کچھ عرصے بعد ہندوستان میں روحانیت ایک بہت منفعت بخش صنعت بن گئی اور روحانیت کے ذریعہ لوگوں کے دکھ درد کو دور کرنے والوں کا لباس پہن کر بہت سے فریب دہندہ اور مکار لوگ بھی اس میدان میں سرگرم ہو گئے، خاص کر جب سے گھر گھر میں کیبل ٹی وی پہنچا تو ان باباؤں کی پہنچ آشرموں سے نکل کرعام آدمی کے گھر تک ہوگئی اور اچھی اچھی باتوں میں عوام کو الجھا کران لوگوں نے بھولے بھالے عوام کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

زنا اور اسبابِ زنا کے تعلق سے یہ چند باتیں ہم نے سپردِ قلم کی ہیں، شرعی سزاؤں کو ہم نے ترک کردیا ہے، اس لیے کہ ان کے نفاذ کے لیے شرعی حکومت اور شرعی عدالت کا ہونا ضروری ہے۔اگرآج اپنے ملک ہندوستان اور محسوس دنیا کے ممالک کا تجزیہ کیا جائے تو بے شمار واقعات ہیں، جنھیں سن کر ہی ہم جیسوں کی حالت غیر ہونے لگتی ہے۔زنا اور اسبابِ زنا ایک طویل بحث ہے۔ہم خاص طور سے مسلمانوں سے عرض کریں گے کہ اپنے حالات کو بدلو، ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے، ان دونوں کے احکامات پر ہم عمل نہیں کریں گے تو ہمارا انجام کیا ہوگا؟ ان تمام امور ومعاملات پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنے اور مسائل شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔شریعتِ اسلامیہ نے بیک وقت چار نکاح کرنے اور چاروں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اسلام کے اس قانون کی مضحکہ خیزی کرنا تو آسان ہے مگر نتائج پر آپ اگر توجہ کریں تو اس سے زناکاریوں سے بچنے میں مدد ملنا یقینی ہے۔ہم انھیں چند باتوں پر اپنی تحریر مکمل کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل اور عملِ صالح کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔آمین۔☆☆☆

علمی تحقیق

پانچویں قسط

علومِ اسلامی میں

قابلِ اشاعت تحقیقی مقالے کے عناصرِ ترکیبی اور تقاضے

خورشید احمد سعیدی

ڈاکٹر محمد سجاد تراجم کے سلسلے میں پائی جانے والی کمزوری اور کوتاہی پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے مقالوں میں آج تک اِکا دُکا کوئی مقالہ ہوگا جو ایچ ای سی کے ریسرچ جرنل میں ہم نے دیکھا ہو کہ اس پورے مقالے میں جتنے اعلام آئے ہیں جتنی شخصیات آئی ہیں ان کا ترجمہ دیا گیا ہو۔ عربی اور انگریزی مجلات کے اندر لوگ اہتمام کرتے ہیں لیکن اردو کے مقالات کے اندر نہیں کیا جاتا۔ پی ایچ ڈی یا ایم فل کے مقالات میں تو کچھ کرتے ہیں لیکن ریسرچ جرنل میں جو مقالے چھپتے ہیں ان میں تراجم کا تو بالکل اہتمام نہیں ہوتا۔ اس کے بغیر ہی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی کمزوری ہے مقالہ نگاروں کو چاہیے کہ وہ تراجم اعلام کا خاص اہتمام کیا کریں۔

(۹) اخلاقیاتِ تحقیق:

اخلاقیاتِ تحقیق میں بہت زیادہ باتیں شامل ہیں۔ اُن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اس لیے یہاں ہم اُن چند ایک کا ذکر کرتے ہیں جن کا ایک ریسرچ پیپر سے گہرا تعلق ہے:

(ا)—مقالہ نگار کو امانت و صداقت کی صفات سے متّصف ہونا چاہیے۔ جو جو عبارات وہ کسی مصنف کی تحریر سے لے اُن سب کا امانت و صداقت کے ساتھ حوالہ پیش کرے۔ سرقہ بازی سے مکمل اجتناب کرے۔ اگر کسی ایسی عبارت کا اقتباس پیش کیا ہے جسے اس کے مصنف کی اصل کتاب سے نہیں بلکہ کسی اور مصنف کی کتاب سے نقل کر رہا ہے تو دونوں کا ذکر کرے۔ دونوں کی کتابوں کا مکمل حوالہ دے۔

(ب)— مقالے میں مذکور محترم و مکرم شخصیات کے ناموں کے ساتھ حسبِ موقع علیہ السلام، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علیہ الرحمۃ، رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ احترامی و دُعائیہ کلمات لکھے۔ اللہ تعالیٰ لکھے صِرف اللہ نہ لکھے، قرآن مجید یا قرآن کریم لکھے صِرف قرآن نہ لکھے۔ جو حضرات اپنے اپنے علم و فن میں امام مانے جاتے ہیں اُن کا نام لکھتے وقت 'حضرت، امام' ضرور لکھے۔ امام ابو بکر بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے حضرت ابن عباس رضِی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی نقل کیا ہے: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا وَ يَعْرِفْ حَقَّ صَغِيرَنَا وَ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ"۔(امام ابو بكر بيهقى، شعب الإيمان ، (ت: ڈاكٹر عبد العلى)، (بمبئى، هند: مكتبة الرشد، ١٤٢٣ھ.٢٠٠٣ء)، ج ١٣، ص ٣٥٥)

یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہیں کرتا، اور ہمارے چھوٹوں کے حق کو نہیں پہچانتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا۔ اس حدیث نبوی کو مد نظر رکھ کر اُسلوب کلام اختیار کرنا چاہیے۔

(ج)—مقالہ نگار اگر اپنے مقالے میں عربی، انگریزی یا فارسی کے اقتباسات پیش کرتا ہے تو اُسے چاہیے کہ اُن کا اُردو ترجمہ بھی دِقت نظر اور مکمل دُرستی کے ساتھ لکھے تاکہ ماہر مضمون کو معلوم ہو سکے کہ مقالہ نگار جو اقتباسات پیش کر رہا ہے وہ اُنہیں اچھی طرح سمجھتا بھی ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بحث کے نتائج کے درست طور پر اخذ کیے جانے کا علم ہو سکے۔

(د)—مقالے کی زبان موضوع اور مُخاطبین کی سطح کے مناسب ہو۔ کہیں بھی کوئی جملہ غیر عالمانہ یا غیر سنجیدہ نہ ہو۔ کسی کے موقف، خیال یا رائے پر ایسا کوئی دعوی یا ایسی تنقید نہ کرے جو کسی انسانی ذریعے اور تحقیقی طریقے سے معلوم نہ ہو سکتی ہو۔ کسی سے اختلاف کرے تو الفاظ و انداز ایسا ہو کہ مُخالف اس کے موقف اور رائے کو قبول کرنے میں کشش اور آسانی محسوس کرے۔ ایسا نہ کہ مقالہ نگار کا دُرشت رویہ، سخت الفاظ اور نفرت انگیز اُسلوب قاری کو مقالہ نگار کا موقف قبول کرنے سے روک دیں اور اُس کے راستے میں دیوار بن جائیں۔

(ہ)—موقف اور رائے میں اختلاف کے جن آداب کا خیال رکھنا چاہیے ان کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر سمیع الحق کہتے ہیں کہ اختلاف تو انسان کی فطری چیز ہے۔ لوگوں کی طبائع مختلف ہیں، اُن کی مصلحتیں مختلف ہیں اور وہ ایک جیسے بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اختلاف نہ ہوں لیکن جب مقالہ نگار کسی سے اختلاف کرے تو

لیکچرر شعبہ تقابل ادیان، فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز (اُصول الدین)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اُسے چاہیے کہ وہ اختلاف کے آداب کا خاص خیال رکھے۔ اگر وہ اختلاف کے آداب کا خیال رکھے گا تو دوسرے لوگ اس کو محترم سمجھیں گے۔ دوسروں کے ہاں اس کی بات کی اہمیت ہوگی۔ وہ بھی اس کے خلاف لکھتے ہوئے آداب کا خیال رکھیں گے۔

(و)۔کسی موضوع کے اندازِ تحریر کی بات سمجھاتے ہوئے ڈاکٹر سمیع الحق کہتے ہیں کہ مقالہ نگار ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے کوئی ایسی تحقیق پیش نہ کرے جسے لوگ اپنا ہتھیار بنائیں اور اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف، نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف اسے استعمال کریں۔ تو ایسی ریسرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس ریسرچ کی وجہ سے ریسرچر خود بدنام ہو جائے گا اور فائدے کی بجائے نقصان ہی ہو گا۔

(ز)۔مقالے میں ترتیبِ دلائل پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر سمیع الحق کہتے ہیں کہ مقالہ نگار جو بات بھی کرے وہ استدلال پر مبنی ہو، دلائل پر مبنی ہو۔ اس استدلال میں اس کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنوں کی بات لائے یعنی قرآن مجید، نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین وغیرہ۔ تو ان لوگوں کو سب سے پہلے لائے۔ جو بات ہو رہی ہے اِن کی مدد سے اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کرے۔

(ح)۔ایچ ای سی کے مجلات میں اشاعت کے لیے پیش کیے جانے والے مقالات کی ایک عجیب قسم وہ مقالات ہوتے ہیں جنہیں مقالہ نگار نے اپنے ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی کے تھیسس سے نکالا ہوتا ہے۔ اِن میں غلطیاں اور کمزوریاں بھی مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں جب میں نے ڈاکٹر محمد سجاد سے سوال کیا کہ بہت سے لوگ اپنے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تھیسس سے کوئی فصل یا مبحث یا کچھ حصہ نکال کر بطور مقالہ جمع کروا دیتے ہیں۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی بات بالکل صحیح ہے کہ اکثر مقالہ نگار اپنی تحقیقات جو ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی سطح کی کرتے ہیں اسی میں سے مقالات نکالتے ہیں۔ تھیسس کا کوئی باب، کوئی فصل، یا کوئی مبحث نکال کر اسے مقالے کا عنوان دے دیتے ہیں۔ اس قسم کے مقالے میں سب سے بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر کوئی اِرتقاء نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ وہ درمیان میں سے نکالا جاتا ہے اور اس سے پہلے کیا کچھ لکھا گیا ہے اور اس کے بعد کیا کچھ لکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے مندرجات میں ربط نہیں ہوتا۔ ایسے مقالات بغیر سوچے سمجھے ہمارے پاس بھی بھیج دیے جاتے ہیں لیکن انہیں پڑھنے والوں کے لیے بہت دشواری پیش آتی ہے۔ اس مقالے کی کوئی ابتداء بھی تو ہونی چاہیے، کوئی انتہاء بھی ہونی چاہیے، کوئی نتائج ہونے چاہئیں۔ بعض دفعہ تو یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ اب وہ کہاں گزر چکی ہے؟ وہ اس سے پہلے کسی باب یا کسی فصل میں لکھ چکا ہوتا ہے۔ وہ مقالے میں ان جملوں کو تبدیل کرنا یا حذف کرنا گوارا نہیں کرتے۔ یہ بڑا مسئلہ اور بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ ایسا مقالہ ادھورا ہوتا ہے، اس میں ریسرچ نہیں ہوتی۔ ہاں ریسرچ کے کسی پہلو کی طرف اشارہ تو مل جاتا ہے لیکن ٹھوس علمی معلومات نہیں ملتیں۔ اس لیے مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس مبحث یا باب پر بات کر رہا ہے اسے پہلے ایک مستقل عنوان دے۔ پھر اس عنوان کے تقاضوں کے مطابق اس مقالے کو ڈھالے۔ اسے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ سطح پی ایچ ڈی کی تھی۔ اس کے تقاضے کچھ اور تھے۔ اب یہ مقالہ کسی مجلے میں پیش کرنا ہے تو اس مجلے کی جو بنیادی ضروریات اور تقاضے ہیں انہیں اچھی طرح پورا کرے۔ ایسا کرنا بہت ضروری ہوتا ہے جبکہ یہ بڑی کمی ہے ہمارے ہاں۔

ڈاکٹر محمد سجاد کی اس بات میں اُن مقالہ نگاروں کے لیے بہت قیمتی معلومات، عبرت اور سنجیدہ رہنمائی پائی جاتی ہے جو اپنے ایم فل یا پی ایچ ڈی کے تھیسس سے کوئی فصل یا مبحث نکال کر اُسے بطور تحقیقی مقالہ بنانا اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بہت سے مجلات میں اس قسم کے مقالات برائے اشاعت قبول ہی نہیں کیے جاتے کیونکہ اِن کی اشاعت ایک لحاظ سے پہلے ہو چکی ہوتی ہے۔ مثلاً یہ تحقیق پہلے نگرانِ مقالہ، داخلی اور خارجی ممتحن پر مشتمل ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہو چکی ہوتی ہے، زبانی امتحان (Viva voce یا مناقشہ) کے دوران میں شرکاء اور سامعین امتحان تک یہ تحقیق پہنچ چکی ہوتی ہے، اور اس تھیسس کے تصحیح شدہ آخری مجلد نسخے یونیورسٹی اور اس کی لائبریری میں جمع ہو چکے ہوتے ہیں۔ اَب اس کتاب سے اتنی طویل عبارات اور بحث اُٹھا کر بطور مقالہ شائع کرنا علمی سرقہ کے زُمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اِس سے اجتناب کرنا ہی سنجیدہ محقق کی شان اور عظمت کی علامت ہے۔

(۶)۔خاتمہ بحث اور اُس کے عناصرِ ترکیبی:

ایک معیاری مقالے کی بنیادی خصوصیات میں اس کے موضوع کا جدید اور اَچھوتا ہونا، اس کے عنوان کی عبارت کا جھول اور

ابہام سے پاک ہونا، اس کا حُسنِ آغاز، دلچسپ مگر نپا تلا اُسلوبِ بیان، عالمانہ زبان، انتہائی دُرست الفاظ کا چناؤ، الفاظ اور جملوں کے تکرار سے اجتناب، لفظی اور معنوی اقتباسات کی دُرست تنسیق، سرقہ سے پرہیز، مواد کی معقول ترتیب و تنظیم، پیراگرافوں میں توازن، پورے مقالے کی عبارت میں پیش کیے گئے تمام افکار اور اُن کی سب کڑیوں کا باہمی ربط، چھوٹے مگر گرامر کے لحاظ سے درست جملے، مقالے میں مذکور تمام تاریخوں کا ہجری اور ان کے مطابق عیسوی سِنین کا اہتمام، حوالوں میں تمام معلومات اپنی اُصولی ترتیب کے ساتھ ہونا، حواشی اور تعلیقات کا اپنے مقام پر درست بیان، نتائج کا منطقی اور جدید ہونا، وغیرہ شامل ہیں۔

یہ سب اجزاء اپنی دُرست جگہ اور صحیح مقام پر آجائیں تو خاتمۂ بحث کی چیزوں کو تین عناصر میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ وہ تینوں عناصر یہ ہیں۔(۱) تحقیق کے منطقی اور نمبروار نتائج، (۲) نتائج تحقیق کے نفاذ اور اِطلاق کی سفارشات، اور (۳) موضوع سے متعلق مزید تحقیق کی تجاویز۔ انہیں لکھتے ہوئے بہت دھیان دینا چاہیے کیونکہ یہی ساری بحث کا حاصل ہوتے ہیں۔ اِن تینوں کو لکھتے وقت جن تقاضوں کو پورا کرنا ہوتا ہے اُن کی کچھ تفصیل ملاحظہ کیجیے:

(۱) نتائج بحث:

کسی موضوع پر تحقیق کے نتائج کی واضح نشاندہی اور صاف ستھرا بیان ہی تحقیق کی قدر وقیمت متعیّن کرتا ہے۔ ان نتائج کی کیفیت، نوعیت یا طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ پیش کردہ تحقیق کے بغیر کسی بھی طریقے سے نہ تو معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ اکثر مقالات میں یہ ایک بہت بڑی کمی اور خامی پائی جاتی ہے۔ اُن مقالات کے کوئی سنجیدہ، دلچسپ اور منطقی نتائج نہیں ہیں۔ اس کا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ مقالہ نگار اپنے مقالہ کے مقدمہ میں موضوع کے تحقیق طلب سوال ہی نہیں اُٹھاتے۔ ایسی صورت حال میں یہ کبھی نہیں بتایا جاسکتا کہ مقالہ کے نتائج تحقیقی، منطقی اور معقول ہیں۔ مقدمہ میں اگر انسانی زندگی کے کسی شعبہ سے متعلق قابل توجہ اور حل طلب مسئلہ کا ذکر ہی نہیں کیا گیا تو بحث کے نتائج کی کوئی قدر وقیمت ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی نتائج کو دُرست یا غلط قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۲) نتائج تحقیق کے نفاذ اور اِطلاق کی سفارشات:

بحث کے اختتام پر مقالہ نگار کے لیے یہ لازمی ہوتا ہے کہ اُس نے مسئلہ کے حل کے لیے جو نتائج اپنی بحث سے اخذ کیے ہیں وہ انہیں نافذ کرنے کے ممکنہ اور عملی طریقے بھی بتائے۔ تاکہ اس کی تمام کاوش بامعنی اور بامقصد ثابت ہو۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالحمید عباسی کہتے ہیں کہ محقق نے جو نتائج نکالے ہیں وہ یہ بھی بیان کرے کہ ان کی تنفیذ کیسے ہونی چاہیے؟ اگر آپ اصلاحی اور محنتی قسم کے محقق ہیں تحقیق کریں گے تو نتائج کی تنفیذ کرلیں گے۔ لیکن اگر کیا جانے والا تحقیقی کام عام پبلک کے لیے ہے تو تنفیذ کیسے ہوگی؟ یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے تحقیق کی ہے کہ اس کو اس طرح نافذ کیا جاسکتا ہے، معاشرے کے اندر اس کو اِس طرح پھیلایا جاسکتا ہے، اس کی تشہیر یوں کی جاسکتی ہے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ تو وہ تحقیق تحقیق ہی نہیں ہوتی جو آنے والوں کے فائدے کا باعث نہ بنے۔

(۳) موضوع سے متعلق مزید تحقیق کی تجاویز:

شاید ہر ایک موضوع پر تحقیق کے لیے یہ ناگزیر نہ ہو لیکن اکثر موضوعات ایسے ہوتے ہیں جن کے خاتمہ میں مقالہ نگار کو اس موضوع کے مزید تحقیق طلب پہلوؤں کی نشاندہی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ جب ایک مقالہ نگار اپنے تحقیقی کام کا ایک نظری خاکہ بنا رہا ہوتا ہے اور ابھی اسے عملی طور پر شروع نہیں کیا ہوتا اس وقت وہ نہ تو موضوع کے تمام پہلوؤں کو جانتا ہے اور نہ ہی اُن کے تحقیق طلب ہونے پر کوئی رائے دینے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے متعیّن اور محدود کام کے اختتام کی طرف آپہنچتا ہے تو چونکہ اپنے تحقیقی سفر کے دوران موضوع کے متعلقات سے براہِ راست آگاہی حاصل کرلیتا ہے تو اب وہ یہ بتانے کی پوزیشن میں ہوتا ہے کہ موضوع کا کونسا پہلو تحقیق طلب ہے۔ اگر مقالہ نگار حاضر دماغی، چُستی و چالاکی اور اخلاص سے کام کرے تو اُس کے لیے یہ بتانا مشکل نہیں ہوتا کہ مزید کونسے گوشوں پر تحقیق ہو سکتی ہے۔ اس لیے مقالہ نگار کو اس نکتے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالحمید عباسی کہتے ہیں کہ اصحاب مقالہ کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کون کون سی سفارشات کر رہے ہیں؟ کون کون سی تجاویز دے رہے ہیں؟ کون کونسی توصیات پیش کر رہے ہیں؟ آپ کو بتانا چاہیے کہ یہ میرا موضوع تھا۔ اس پر میں نے جو کام کیا ہے وہ حتمی نہیں ہے۔ آنے والے محققین کے لیے اس میں گنجائش موجود ہے۔ نمبر ایک اس پہلو سے، نمبر دو اس پہلو سے، ترجمہ کے اعتبار سے، تحقیق کے اعتبار سے، موضوعات کے اعتبار سے، اور اس سے

تعلق رکھنے والی کتابوں پر تحقیق کے اعتبار سے۔ تو بہت سارے پہلو ہوتے ہیں۔ یہ وہی محقق بتا سکتا ہے جس نے سچے انداز سے تحقیق کے میدان میں قدم رکھا ہو اور سچے انداز سے تحقیق پیش کی ہو۔

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان میں اس عنصر کو لکھنے کے لیے جو رہنمائی کی گئی ہے اس کی پیروی کریں گے تو مقالہ کی وقعت بڑھے گی اور وہ آسانی سے اشاعت کی منظوری حاصل کر لے گا۔

(۷)- مصادر و مراجع:

کسی تحقیقی مقالے کی قدر و قیمت اس امر سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ مقالہ نگار نے کتنے اساسی، بنیادی اور معتبر مصادر سے استفادہ کیا ہے اور کتنے اہم مراجع و منابع کو چھوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک مقالہ نگار کے لیے یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مصادر و مراجع کی مکمل معلومات بیان کرے تاکہ اگر کوئی اس کے اقتباسات اور نقل کردہ افکار کی تصدیق و توثیق کرنا چاہے یا اس کی مدد سے اپنی تحقیق کو آگے بڑھانا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہ ہو۔ بعض اوقات مقالہ نگار حوالہ جات میں نہ مصنف کا پورا نام لکھتے ہیں، نہ ناشر کا، نہ مقام طبع کا، نہ طبع نمبر کا۔ ایسا کرنے سے اُن کے کام کی اہمیت پست ہو جاتی ہے اور وہ جائزہ رپورٹ لکھنے والے ماہرِ مضمون کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مقالہ نگار کو مصادر و مراجع کے بارے میں جن باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے اُن میں یہ شامل ہیں: (۱) موضوع کی نوعیت کے مطابق مصادر و مراجع کا استعمال، (۲) مصادر و مراجع کے مرتبے اور درجے، (۳) کتب لغت، معاجم اور قوامیس کا استعمال، اور (۴) حوالہ جات کے اُصول و ضوابط اور تخریج۔ اِن کی مختصر توضیح درج ذیل ہے۔

(۱) موضوع کی نوعیت اور مصادر و مراجع:

موضوع کا تعلق اگر قرآن، حدیث، سیرت، فقہ، قانون، تصوف، علم الکلام، فلسفہ، ادیان یا اِن کی کسی ذیلی شاخ سے ہو تو ایسے اَساسی مصادر و مراجع سے زیادہ استفادہ کیا جائے جو اُسی علم یا اُس کی شاخ سے متعلق ہوں۔ مقالہ نگار کو چاہیے کہ اگر اس کا موضوع کسی فرقہ یعنی معتزلہ، اشاعرہ، ائمہ اثناعشریہ، امامیہ وغیرہ کے متعلق ہو تو وہ اُنھیں کی بنیادی کتب اور منابع سے ہی زیادہ استفادہ کرے نہ کہ تصوف و اخلاق یا اسلامی فرقوں کی تاریخ جیسی کتب سے۔ اسی طرح انگریزی مصادر و مراجع سے اُس وقت اقتباس لے جب عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں مسلمانوں کی اپنی کوئی کاوش نہ پائی جائے۔

اگر موضوع تقابلی نوعیت کا ہو تو مقالہ نگار دونوں جہتوں کے اساسی مصادر کے استعمال میں متوازن رویے کا مظاہرہ کرے۔ تقابلی تحقیقی کام میں برابر کی سطح کے مصادر و مراجع کے استعمال میں متوازن رُجحان کا فقدان عام ہے۔

(۲) مصادر و مراجع کے مرتبے اور درجے:

مصادر و مراجع کے مختلف مرتبے اور درجے ہوتے ہیں۔ اُن میں کوئی اساسی اور بنیادی ہوتے ہیں تو کوئی ثانوی اور کم اہمیت کے۔ ان سب کا طریقہ استعمال اور اندازِ اخذ و استدلال الگ الگ ہے۔ اس سلسلے میں مقالات میں انواع و اقسام کی خامیاں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ اپنے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے اس بارے میں ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ مقالوں میں ایک بہت کمزور عنصر یہ ہوتا ہے کہ مقالہ نگار ثانوی مصادر پر اعتبار کرتا ہے۔ عام طور پر مقالہ نگار ثانوی مصادر پر بھی بحوالہ کر کے بالواسطہ انحصار کرتے ہیں۔ براہ راست ہو پھر بھی ٹھیک ہے۔ وہ اگر اصل مصدر پر جائیں تو وہاں اُنھیں متن ہی کچھ اور ملے گا۔ مقالہ نگار ثانوی مصادر سے نقل کر کے حوالہ اصل کا دے رہے ہوتے ہیں جبکہ اصل میں وہ چیز ہوتی نہیں ہے۔ تو یہ بہت بڑی کمزوری اور خرابی ہے۔ ہم نے ایم فل کے طلبہ کی ایک مشق کرائی۔ انہیں کہا کہ آپ ایسا کریں کہ اپنی پسند کے ایچ ای سی سے منظور شدہ ریسرچ جرنل لیں۔ اُن میں سے ایک عربی کا، ایک انگریزی کا، اور ایک اردو کا کوئی بھی آرٹیکل لیں۔ ان پر تبصرہ اور اُن کا تجزیہ کریں۔ تجزیے کا طریقہ یہ ہو کہ سب سے پہلے دیکھیں کہ آپ کے خیال میں اس کا کیا عنوان بنتا ہے؟ مقالہ نگار نے عنوان کیا بنایا ہے؟ واقعی اس عنوان میں ریسرچ کا کوئی پہلو ہے کہ نہیں؟ دوسرا یہ دیکھیں کہ اُس کے مواد کے مصادر کیا ہیں؟ اس کے مصادر کیسے ہیں؟ تیسرا ہم نے ان سے یہ کہا کہ جائزہ لیتے ہوئے یہ دیکھیں کہ انھوں نے جو مواد لیا ہے، جو اقتباس لیے ہیں، ان میں اقتباسات کی کونسی قسمیں ہیں؟ بالواسطہ ہے یا براہ راست ہے؟ تلخیص ہے، اخذ ہے یا کوئی اور قسم کا لیا گیا ہے۔ پھر اگر براہ راست ہے تو اصل متن کے ساتھ آپ چیک کریں کہ وہ متن جہاں سے انھوں نے لیا ہے وہ متن ایسا ہی ہے یا نہیں؟ معلوم یہ ہوا کہ قرآن کی آیات، حدیث کا متن، فقہ کی عبارتیں سب میں بھیانک غلطیاں تھیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان مبتدی اور نو آموز مقالہ نگاروں کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ جو مقالہ نگار چاہتے ہیں کہ اُن کے مقالات

رد نہ ہوں ان کے لیے مذکورہ عملی تجربے میں کافی سامان عبرت و نصیحت ہے۔

(۳)کتب لغت ، معاجم اور قوامیس کا استعمال:

مصادر و مراجع کے غلط استعمال میں سے ایک بہت گھمبیر مسئلہ غیر متعلق کتب لغت ، معاجم اور قوامیس کا استعمال ہے ۔ اس سلسلے میں اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سجاد کہتے ہیں کہ ہمارے اکثر مقالے لغۃً واصطلاحاً سے آغاز کرتے ہیں کہ موضوع کی کلیدی اصطلاحات کا لغوی معنی کیا ہے؟اصطلاحی معنی کیا ہے؟اس سلسلے میں جو غلطی عموماً پائی جاتی ہے وہ ہے بہت ثانوی اور سطحی درجے کی کتب لغت پر انحصار اور اُن سے آغاز۔ مثلاً المنجد لے لیں۔ حالانکہ علم و فن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اگر موضوع تفسیر کا ہے تو لغات القرآن کی طرف جانا چاہیے، مفردات القرآن کی طرف جانا چاہیے۔ اسی طرح اگر خالصۃً عربی زبان کا مسئلہ ہے تو پھر وہ لغات اور قوامیس دیکھی جائیں گی جو زبان و ادب کے حوالے سے بہت معتبر ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ مقالہ کا موضوع فقہ ہے تو لغت کی کسی عام کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہوتا ہے حالانکہ قانونی لغت کی الگ کتابیں موجود ہیں۔ یعنی عام مقالہ نگاروں کو منہج کا پتا ہی نہیں ہوتا۔ اگر اصطلاحی معنی بیان کر رہا ہے تو اس فن کے ماہرین کی آراء لانی چاہئیں جبکہ عام صورت حال یہ ہے کہ کسی اور فن کے ماہر کی رائے پیش کی جا رہی ہوتی ہے۔ بھئی اس فن کی تعریف اور ہے اگر آپ فقہ کے لحاظ سے معنی متعیّن کر رہے ہیں تو پھر فقہاء کی آراء آئیں گی۔ اگر آپ تفسیر کے لحاظ سے کوئی معنی متعیّن کر رہے ہیں مثلاً ایمان کا معنی۔ تو ایمان کے لفظی اور اصطلاحی معنی کے لیے مفسرین یا عقیدے کے علماء کی آراء لی جائیں گی۔ اکثر مقالہ نگاروں کو اس کا پتا نہیں ہوتا، انہیں لغت کے استعمال کا پتا نہیں ہوتا، استشہاد کا نہیں پتا، استنباط کا نہیں پتا۔ یہ کمزوری ایچ ای سی کے منظور شدہ مجلات کے لیے بھیجے جانے والے اکثر مقالات میں پائی جاتی ہے۔

(۴) حوالہ جات کے اُصول وضوابط اور تخریج:

مصادر و مراجع اور اقتباسات کے متعلق ایک عنصر تخریج ہے ۔ پیش کردہ اکثر مقالات میں اس عنصر کے متعلق کئی قسم کی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد سجاد نے انٹرویو کے دوران میں بتایا کہ مصادر کا حوالہ تو دے دیا جاتا ہے مگر حوالہ جات میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارے مقالات اور مجلات کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ حوالہ جات کے اندراج کے لیے ایک ہی مجلے بلکہ ایک ہی مقالے میں دس طرح کے انداز پائے جاتے ہیں۔ مصادر و مراجع کی فہرست بنانے میں بھی کئی طریقے ہیں ۔ ایک ہی مجلے میں پانچ چھے طریقے استعمال ہو رہے ہیں۔ اگر اس سے آگے انگریزی میں جائیں گے اور ہیں، عربی میں جائیں کچھ اور ہیں، اردو میں جائیں کچھ اور ہیں ۔ مدیر کی ذمہ داری ہے کہ ایک طے شدہ منہج کا اطلاق کرے۔ مقالہ نگار کو بھی لکھ کے دے دیا جائے کہ مجلے کا یہ فارمیٹ ہے اس کے مطابق آپ مقالے ترتیب دیں لیکن ایسا نہیں کیا جاتا، اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

(۸)-مقالات کی اشاعت میں تاخیر کے اسباب:

اکثر مقالہ نگار یہ گلہ شکوہ کرتے ہیں کہ اُن کے مقالات اول تو اشاعت کے لیے قبول نہیں ہوتے۔ اگر قبول ہو جائیں تو کئی ماہ یا کئی سال لگ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں جب میں نے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی سے سوال کیا کہ ہمارے ہاں جو محققین تجربہ کار ہیں اُن کے ریسرچ پیپر چھپنے میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا لیکن جو مبتدی اور نو آموز تحقیق کار ہوتے ہیں اُن کے مقالات کی اشاعت میں تاخیر بڑی حوصلہ شکن ہے۔ انہیں آپ کیا خاص ہدایات دیں گے جس سے اُن کا حوصلہ بڑھے اور اُن کے پیپر چھپ جایا کریں؟

اس سوال کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ریسرچ پیپر چھاپنے کا مسئلہ صرف نو آموز لوگوں کا نہیں ہے۔ جو سینئر اساتذہ ہیں ان کے ریسرچ پیپر کی اشاعت کے بھی بڑے مسائل ہیں۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایچ ای سی سے جو منظور شدہ جرنلز ہیں اُن کی تعداد بہت کم ہے جبکہ اس فیلڈ میں ہمارا جو اکیڈیمیا ہے وہ بڑا وسیع ہے۔ بلکہ اب تو اس میں اور وُسعت آگئی ہے۔ پی ایچ ڈی کی جو ریسرچ ہے اس کے لیے بھی ایچ ای سی نے یہ شرط لگا دی ہے کہ جب تک پی ایچ ڈی سکالر کا آرٹیکل شائع نہیں ہو گا اُسے ڈگری نہیں ملے گی۔ تو جس طرح آپ اکنامکس میں یا کہیں بھی دیکھتے ہیں کہ ڈیمانڈ اور سپلائی یعنی طلب اور رسد میں ایک توازن ہونا چاہیے۔ یہاں ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے اور سپلائی بہت محدود ہے۔ تو مقالات کی اشاعت کے لیے پاکستانی رائٹرز کے لیے خاص طور پر جو اردو میں لکھنے والے ہیں اُن کے لیے بڑے مسائل ہیں۔ انگریزی والے تو باہر بھی چھپوا سکتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ یونیورسٹیز اور تحقیقی ادارے زیادہ سے زیادہ اپنے ریسرچ جرنل شائع کریں اور اس کے لیے ایچ ای سی کے incentives بھی ہیں۔ ان سے بھی فائدہ اُٹھائیں تو یہ اصل مسئلے کا حل ہے۔

(۹)۔ایچ ای سی کے مجلات کی درجہ بندی اور اُن کے معیار کا فرق

زیر نظر مقالہ کے شروع میں ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ HEC کے منظور شدہ مجلات WXYZ کیٹگریوں میں تقسیم ہیں۔اُن مجلات کی اِن کیٹگریوں میں تقسیم اور اُن میں شائع ہونے والے مقالات کے معیار کے درمیان فرق کا سوال جب میں نے انٹرویو کے دوران ڈاکٹر محمد سجاد سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ HEC جو معیارات بناتی ہے زیڈ درجہ اُن کے نزدیک سب سے کمزور یعنی ابتدائی درجہ ہے۔اس کے بعد بتدریج وائی،ایکس اور ڈبلیو کیٹگری ہے۔اس سلسلے میں اُن کی کئی بنیادی شرائط ہیں۔مجلے کے اندر مجلس ادارت اور مجلس مشاورت میں قومی اور بین الاقوامی ممبران کی تعداد پچاس پچاس فی صد ہونی چاہیے۔اس میں ترقی یافتہ ممالک کے جو اساتذہ اور سکالرہیں ان کی نمائندگی ہونی چاہیے۔یہ پہلی شرط ہے۔پھر ISSN نمبر ہونا چاہیے، آرٹیکل کا ریویو (Peer Review) ہو،اس کے علاوہ آرٹیکل کا خلاصہ (Abstract) بھی لکھا جائے۔اس کے علاوہ جو بنیادی شرائط ہیں وہ پوری ہوں تو مجلہ زیڈ کیٹگری میں جاتا ہے۔Y درجے میں باقی شرائط کے علاوہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے کم از کم پچاس فی صد مقالات کی Evaluation باہر سے ہو۔یہ سارے مقامی نہ ہوں بلکہ آپ بیرون ملک سے بھی پچاس فی صد کروائیں۔اور X درجہ کا جو مجلہ ہے اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ وہ سو فیصد باہر سے اس کی Evaluation کرائیں وہاں سے جائزہ رپورٹ لیں۔اور اس میں انڈیکسنگ ہو۔اور W درجہ کے لیے یہ ہے کہ اس کی سائی ٹیشن (Citation) ہوتی ہو یعنی کہ اُس مجلہ سے مختلف لوگ استفادہ کریں۔اس سے اقتباس کتنا لیا جاتا ہے؟اس سے کتنا حوالہ دیا جاتا ہے؟کن کن جگہ سے اس کے ریفرنسز ملتے ہیں۔وہ مقالہ کتنے لوگوں نے استعمال کیا ہے؟Web پر اس کا اندراج اور موجودگی اگر زیادہ ہوگی تو یونیورسٹی کی ریٹنگ بھی بڑھے گی، مجلے کی ریٹنگ بھی بڑھے گی اور اسی بنیاد پر اس کا درجہ بھی متعیّن ہوتا ہے۔

اسی جواب کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ سوال کیا کہ یہ تو مجلے کی مجلس ادارت کے کام ہیں۔آپ مقالہ نگاروں کو اس حوالے سے کن چیزوں کو پیش نظر رکھنے کی تجویز اور مشورہ دیں گے؟تو انہوں نے کہا کہ اصل میں مقالہ نگار کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ اس کا مقالہ اس پایہ کا ہو کہ چھپ سکے۔اس کا معیار سخت ہوگا یعنی اس کی (Citation) ہوتی ہے، اس نے پوری دنیا میں جانا ہے، اس کی Evaluation ہوگی، انگریزی میں ملخص بھی پیش ہوگا، اس میں سرقہ (plagiarism) نہ ہو۔مقالہ میں دوسروں کے مصادر کا استعمال تو ہو سکتا ہے لیکن اس میں دوسروں کی آراء کم سے کم ہوں تجزیہ، جانچ پرکھ، تعمیری نقد زیادہ ہو۔معیاری مجلے کے لیے پھر ظاہر ہے کڑا معیار ہے۔وہ اِن چیزیں کی اور تراجم کے اہتمام، ایڈیٹنگ، وغیرہ سب چیزوں کی شرائط لگاتے ہیں۔

(۱۰)۔خاتمہ و خلاصہ بحث:

زیر نظر مقالہ کے مقدمہ میں یہ سوالات اُٹھائے گئے تھے کہ ایچ ای سی کے منظور شدہ تحقیقی مجلات کے لیے لکھے جانے والے مقالات کا ریفری یا ریویو کرنے والا ماہر مضمون کن اُمور کو بنیاد بنا کر اور کن قواعد و ضوابط کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقالے کا جائزہ لیتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں اِسی سوال کو یوں پوچھا جا سکتا ہے کہ قابلِ اِشاعت قرار دیئے جانے والے مقالہ کے عناصر ترکیبی کیا ہوتے ہیں؟ اور ہر عنصر کو لکھتے وقت کن تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے؟اِن سوالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس بحث کو جو جوابات ملے ہیں اُن کی تفصیل مع دلائل اُوپر اِس مقالہ کے مرکزی حصے میں گزر چکی ہے۔ یہاں چند اہم نتائج کا نمبر وار خلاصہ پیش ہے۔

مقالے کا موضوع نیا، اچھوتا تحقیق طلب اور مفید ہو۔

منتخب موضوع پر تحقیق سے ملک و ملت کا کوئی نہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہو۔مکھی پر مکھی مارنے والی نوعیت کا نہ ہو۔

عنوان کی عبارت دو حصوں میں منقسم، آسان غیر مبہم، جاذب نظر اور موضوع کی حدود پر دلالت کرنے والی ہو۔

مقالے کا Abstract بحث کے بنیادی سوال اور اس کے جوابات کے تمام مرکزی نکات کا جامع خلاصہ ہو۔

مقالہ کی مناسب تمہید لکھی جائے اور اس کے مقدمہ میں آٹھ عناصر یعنی موضوع کا تعارف، اہمیت و ضرورت، اسباب اختیار، بنیادی سوال، سابقہ کام کا جامع جائزہ، حدودِ بحث، اغراض و مقاصدِ تحقیق، اور منہج تحقیق کی وضاحت شامل ہوں۔

مقدمہ کے بعد مگر مرکزی بحث سے پہلے مقالے کی مرکزی نکات کا خاکہ پیش کیا جائے۔ (جاری)

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

مسجد اور مدرسہ کے اخراجات ایک ساتھ رکھنے کا حکم

مسجد اور مدرسہ کے اخراجات ایک میں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

مسجد کی آمدنی الگ رکھی جائے اور مدرسہ کی آمدنی الگ، دونوں کی آمدنی ایک میں خلط ملط کر کے نہ رکھی جائے، پھر ہر آمدنی کا پورا پورا حساب بھی لکھ کر رکھا جائے اور جو خرچ ہو اسے بھی لکھتے رہیں، ایسا ہرگز نہ ہو کہ مسجد کا روپیہ مدرسہ میں اور مدرسہ کا روپیہ مسجد میں خرچ ہو کہ یہ ناجائز و گناہ ہے، پھر یہ خیانت بھی ہے، جو آمدنی جس غرض کے لیے ہو اس کو اسی غرض میں استعمال کرنا واجب ہے اور اس کے خلاف ناجائز و گناہ، لہٰذا پوری احتیاط کریں اور اللہ سے ڈریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر نے اپنے آپ کو طلاق دی تو بیوی کا کیا حکم ہے؟

ایک آدمی یہ کہتا ہے اپنی گھر والی کو کہ "میں نے اپنے آپ کو طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر لیا" ایک دفعہ یہ الفاظ لکھ کے وہ بھیج دیتا ہے، دوسری مرتبہ پھر لکھتا ہے تو اس سے ایک طلاق صریح ہوگی یا بائن؟ اس کا جواب ارشاد فرمادیجیے۔

الجواب

"میں نے اپنے کو طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر لیا" اس جملے کے بولنے یا لکھنے سے کوئی طلاق واقع نہ ہوئی، نہ رجعی نہ بائن۔ وجہ یہ ہے کہ شوہر خود "طلاق کا محل" نہیں ہے، اس لیے اگر وہ اپنے آپ کو ہزار بار بھی طلاق دے تو طلاق نہ پڑے گی۔ مگر شوہر غلط فہمی سے یہ سمجھتا ہے کہ اس جملے کے بولنے سے طلاق پڑ گئی، اس لیے اس نے یہ کہہ دیا کہ "اپنے اوپر حرام کر لیا" حالاں کہ غلط فہمی کی بنیاد پر کیے ہوئے اقرارِ طلاق سے طلاق نہیں واقع ہوئی۔ فقہا فرماتے ہیں:

"لا عبرة بالظن البین خطوط." (الاشباہ والنظائر)

واللہ تعالیٰ اعلم

کلمۂ کفر کی تعلیم دینا کیسا ہے؟

زید ایک بینک میں منیجر ہے، اس کے ایک غیر مسلم دوست کو حیدرآباد انٹرویو کے لیے جانا تھا، اس نے زید سے پوچھا کہ انٹرویو میں کیا کہنا پڑتا ہے؟ زید نے غیر مسلم سے کہا کہ "اگر وہ یہ کہے کہ میں بھگوان ہوں یا تیرا بھگوان ہوں تو تو کہہ دینا کہ ہاں تو میرا بھگوان ہے۔ اس جملہ کے سکھانے پر زید پر کیا حکم ہوگا؟

الجواب

کلمۂ کفر کی تعلیم بھی کفر ہے کہ یہ کفر پر رضا مندی ہے، اس میں احتمال طنز بھی ہے، اس لیے مسلم پر حکم کفر نہ ہوگا، تاہم اس تعلیم سے توبہ و تجدیدِ ایمان کر لے اور شادی شدہ ہو تو تجدیدِ نکاح بھی کر لے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا کیسا ہے؟

روزہ کی حالت میں روزہ دار بیمار ہو اور حالت یہ ہے اگر دوائی نہیں لے گا تو تکلیف بڑھ جانے کا اندیشہ ہے، تو ایسی حالت میں انجکشن لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

علاج کی ضرورت ہو تو انجکشن لگوانا جائز ہے، اس سے روزہ میں نہ کوئی فساد آئے گا نہ کراہت، اور بھوک پیاس کو دور کرنے کے لیے انجکشن لگوانا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گنجے سر پر بالوں کی کھیتی کرانا شرعاً کیسا ہے؟

(۱)- ایک شخص کے سر کے بال جھڑ گئے، وہ جدید تکنیک کے مطابق اپنے سر پر بالوں کی کھیتی کرانا چاہتا ہے تو کیا شرعاً جائز ہے؟

(۲)- کھیتی ہو جانے کے بعد مصنوعی بالوں پر مسح کرنا کافی ہوگا اور اس سے مسح کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱)-سر پر بالوں کی کھیتی کرنا، کرانا ناجائز و گناہ ہے، خواہ سر میں مصنوعی بال لگائے جائیں یا انسانی یا حیوانی بال لگائے جائیں کہ اس میں سر کو زخمی کرنا اور اپنے آپ کو ایذا پہنچانا ہے، جو جائز نہیں، لہٰذا اس سے بچنا واجب ولازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)-ان بالوں پر بھی مسح جائز ہے اور اس سے مسح کا فرض ادا ہو جائے گا، چوں کہ یہ بال سر میں بوئے جاتے ہیں اور ان کو آسانی سے الگ کر کے گنجے سر پر مسح ممکن نہیں ہے، اس لیے بوجہِ حرج و ضرر ان بالوں پر ہی مسح کافی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مسلموں کے طریقے پر سلام کرنا کیسا ہے؟

نمستے، نمسکار یا پرڑام کرنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ اسلامی طریقہ نہیں، مسلمان کو اسلام اور مسلمانوں کا طریقہ اپنانا چاہیے، غیر مسلموں کو آداب کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق کے وعدہ سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصے کی حالت میں تین طلاق اس طرح کہا کہ میں تجھے ابھی طلاق دے دوں گا، تین بار کہا۔

الجواب

اگر بات یہی ہے جو سوال میں درج ہے تو ہندہ پر طلاق نہ واقع ہوئی ”طلاق دے دوں گا“ طلاق دینے کا وعدہ ہے، دھمکی ہے اور وعدہ یا دھمکی سے طلاق نہیں واقع ہوتی، زید آئندہ طلاق کا لفظ ہرگز ہرگز زبان پر نہ لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حکومت کی دی ہوئی رقم کا استعمال مسجد میں ہو سکتا ہے؟

مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت کے خزانوں میں کچھ رقمیں ایسی ہوتی ہیں جو تمام مذاہب مثلاً مسلمانوں کے دینی اور سماجی کاموں کے لیے جاری کی جاتی ہیں، جن کو تقسیم کرنے کا اختیار حکومت اپنے وزرا اور ممبران کو دیتی ہے تو کیا ایسی رقموں کو مساجد اور ضروریاتِ مساجد کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے جب کہ یہ خزانہ کی رقم متولی مسجد یا انتظامیہ مسجد کے نام سے جاری کیا جاتا ہے۔

لہٰذا حضور صدر مفتی علامہ نظام الدین صاحب قبلہ سے گذارش ہے کہ مدلل اور مبرہن جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

مرکزی یا صوبائی حکومت کے خزانوں میں ہندوستان میں پائے جانے والے مذاہب و اہل مذاہب کے لیے جو رقمیں مختص ہوتی ہیں وہ فی الواقع ان کا حق ہیں۔ تو مسلمانوں کے دینی اور سماجی کاموں کے لیے جو رقوم مختص ہوتی ہیں وہ حاصل کرنا اور ان سے مسجد، مدرسہ تعمیر کرنا، یا ان کی مرمت میں صَرف کرنا جائز ہے، اس طرح کی رقوم کو قانونی طریقے کے مطابق ضرور وصول کر لینا چاہیے کہ استطاعت ہوتے ہوئے چھوڑ دینا ضیاع کا باعث ہو سکتا ہے۔ دِرِ مختار میں ہے:

من له حظّ في بيت المال وظفر بما هو مرجه له، له اخذه ديانة.

اس کی قدرے تفصیل فتاویٰ رضویہ، جلد ۸، ص: ۱۸۴/ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدرس اور طالبات کے درمیان پردے کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں لڑکیوں کا ایک مدرسہ ہے جہاں پر تین علما پڑھاتے ہیں اور طالبات بے نقاب رہتی ہیں، اور لوگوں کا بھی بے روک ٹوک آنا جانا لگا رہتا ہے تو ان علما کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

جوان طالبات کا اجنبی مردوں کے سامنے بے حجاب رہنا اور علما کا ایسی طالبات کے سامنے جا کر درس دینا ناجائز و گناہ ہے کہ اجنبی مرد اگرچہ استاذ ہو اس سے پردہ واجب ہے اور اجنبی عورت اگرچہ اپنی طالبہ ہو، اس کو دیکھنا ناجائز ہے۔ ان علما پر لازم تھا کہ اس گناہ سے خود بھی بچتے اور طالبات کو بھی بچاتے۔ قرآن حکیم میں ہے: قُوْا اَنْفُسَكُمْ و اهليكم نَارًا.

حدیث میں ہے: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه.

علانیہ اس ترکِ واجب اور ارتکاب گناہ کے باعث وہ فاسق ہوئے، ایسے علما اور طالبات پر واجب ہے کہ فوراً اس سے باز آئیں اور توبہ کر کے اصلاحِ حال کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فکر امروز

آصفہ کی چیخ پر

انسانی ضمیر کی اجتماعی بیداری

مولانا محمد عابد چشتی

کہتے ہیں کہ وقتی طور پر اپنے ذاتی مفادات، یا حالات کے دباؤ اور لہر میں انسان چاہے جتنا ظالم کا ساتھ دے، یا ظلم ہوتا دیکھ کر جان بوجھ کر چشم پوشی کر لے مگر اس کا ضمیر اندر ہی اندر اسے ملامت ضرور کرتا ہے، اور یہی ضمیر جب بیدار ہوتا ہے تو بڑے بڑے انقلاب کی دستک کانوں میں سنائی دینے لگتی ہے، حکومتوں کے تختے الٹ جاتے ہیں، اور ظالموں کا غرور خاک میں مل جاتا ہے۔

کٹھوعہ کی ایک معصوم سی بھولی بھالی چار سال کی بچی، جس نے کبھی گمشدہ نجیب کی ماں پر ایک نظم پڑھی تھی اور اپنی معصومانہ آواز میں نجیب کی ماں کو ڈھارس بندھائی تھی، خود اپنی زندگی کی جنگ ہار بیٹھی، درندوں نے اپنی ہوس کا شکار بنا کر کشمیر کی اس کلی کو کھلنے سے پہلے ہی بری طرح مسل کر رکھ دیا۔ آصفہ تو چلی گئی، اب ہم اسے دوبارہ زندگی کی سوغات نہیں دے سکتے، مگر اس اس مظلوم بچی کی چیخوں نے تاریخ میں ان سنہری لمحوں کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا جب دنیا نے دیکھا کہ اس بچی کو انصاف دلانے کے لیے پوری انسانیت یک زبان ہو گئی، مذہب وملت اور دھرم کی تمام دیواریں، جو تخریب پسند عناصر نے اپنے مفادات کے لیے کھڑی کر رکھی تھیں وہ تمام دیواریں مسمار کر دی گئیں، فرقہ پرستی کے تار و پود بکھر گئے، اور ہر طرف صرف انسانیت کی کیف آگیں فضا چلنے لگی۔

آصفہ کی اجتماعی آبروریزی اور پھر اس کا بہیمانہ قتل، یہ صرف ایک سانحہ نہیں تھا، بلکہ پوری انسانی برادری کے ضمیر کا امتحان تھا۔ ان کروڑوں ہندوستانیوں کے ضمیر کا جو اگرچہ مختلف رنگ، مذہب اور علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان کے دلوں میں ہندوستان کی جمہوری قدریں مضبوطی کے ساتھ پیوست ہیں، جن کے اندر تمام تر فرقہ وارانہ ذہن سازی کے باوجود انسانیت کی رمق کہیں نہ کہیں ابھی باقی ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ ہندوستانی عوام نے اپنے ضمیر کے اس امتحان میں پوری کامیابی حاصل کر کے ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا سر بلند کر دیا۔

آصفہ کے معاملے کو بعض گندے ذہنیت کے حامل لوگوں نے بنام ہندو مسلم بنا کر پیش کرنے کی ناپاک کوشش کی، مگر ایسے لوگوں کا منھ توڑ جواب دیا ان قابل قدر ہندو آفیسرس نے جنھوں نے سب سے پہلے آصفہ کے معاملہ میں اپنی خدمات بے لوث پیش کیں، خاص طور سے جناب ”آلوک پوری صاحب“ اور ”دیپکا سنگھ رجاوت“ جو دھرم سے تو ہندو ہیں مگر ان کے ضمیر کی آواز نے انہیں آصفہ کے معاملہ میں خاموش نہیں بیٹھنے دیا۔ آصفہ کے درد نے ان کے اندر کی انسانیت کو اس قدر جھنجھوڑ دیا کہ وہ مذہب وملت سے آگے بڑھ کر صرف انسانیت کے نام پر سب سے آگے کھڑے نظر آئے۔

مودی حکومت کی چار سالہ مدت میں بہت سے معاملات ہمارے سامنے آئے، جہاں بھگوا عناصر نے اقلیت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، کسی کو گائے کے گوشت کے شبہ میں گھر میں گھس کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور کسی کو لو جہاد کے نام پر سر عام جلا کر راکھ کر دیا گیا، ٹرینوں میں چاقیوں سے گود گود کر مار دیا گیا، اس وقت ایسا لگتا تھا کہ آخر انسانیت کہاں مر کھپ گئی ہے، کوئی آواز کیوں نہیں اٹھاتا ہے، کیا انسانیت اس طرح شرم سار ہوتی رہے گی؟؟؟ مگر مظلوم کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

آصفہ کی ایک چیخ نے فرقہ پرست عناصر کے اوسان خطا کر دیے اور ان کی ساری محنت پر اس طرح پانی پھیر کر رکھ دیا کہ اب انہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں مل رہی ہے۔ اور آج نہیں تو کل ایسے لوگوں کو اپنی سوچ پر کف افسوس ضرور ملنا پڑے گا، وہ سوچ جس نے ہندوستان کی پاکیزہ فضا میں نفرتوں کے جراثیم گھول کر اسے تعفن زدہ بنا دیا ہے۔

آصفہ کے معاملے میں ملکی میڈیا نے جس غیر جانبداری کا مظاہر کیا ہے اسے انسانی ضمیر کی بیداری کی بہترین مثال کہا جا سکتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ملک کا میڈیا موجودہ حکومت نوازی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے بے چین رہتا ہے۔ اور زعفرانی حکومت کے ہر سفید و سیاہ معاملہ پر پردہ ڈالنے میں ملکی میڈیا کافی وفادار ثابت ہوا ہے۔ اور یہی وہ رویہ تھا جسے دیکھتے ہوئے ایک نئی اصطلاح سے ہم روشناس ہوئے یعنی ”گودی میڈیا“۔ اور جس کے نتیجہ میں بہت سے

استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

لوگوں نے نیوز دیکھنا ہی بند کر دیا تھا۔ مگر آصفہ کے دردناک اور انسانیت سوز معاملہ میں ملک کے میڈیا کا جو ضمیر بیدار ہوا ہے اس نے ملک کے کروڑوں باشندوں کے دلوں میں جمہوریت کے اس چوتھے ستون کے تئیں ایک حد تک تشکر و امتنان کی فضا ہموار کی ہے۔

بڑے بڑے نیوز چینلز کے ملکی شہرت یافتہ اینکرس، جن کی جبینیں مودی نوازی اور جانبداری سے بوجھل رہا کرتی تھیں، آج وہ کھل کر حکومت اور حکومت کے رویہ کے خلاف بول اور لکھ رہے ہیں، اور آصفہ کو انصاف دلانے کے لیے مسلسل آواز بلند کر رہے ہیں، جس کی گونج ملک سے باہر اقوام متحدہ تک سنائی دے رہی ہے۔ اور فرقہ پرست عناصر اپنا منھ چھپائے پھر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر وائرل وہ پوسٹرس دیکھیے جو کئی گاؤں اور قصبوں میں لگائے گئے ہیں جن میں صاف لکھا ہے کہ ”بی، جے، پی کے نیتا یہاں آنے کی زحمت نہ کریں اس لیے کہ یہاں عورتیں اور بچیاں رہتی ہیں“۔ بلکہ حال ہی میں ممبئی کی لوکل ٹرین میں سفر کے لیے چڑھنے والے بی جے پی کے نیتا کو عوام نے فوراً ڈبے سے باہر کر دیا۔ یہ واقعات ہمیں بتا رہے ہیں کہ جب انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے تو پھر نفرتوں کے سوداگروں کا کاروبار ٹھپ پڑ جاتا ہے۔

ہم سلام کرتے ہیں ملک کے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے دھرم اور ذات پات سے اوپر اٹھ کر انسانیت کے نام پر اپنی آواز کو بلند کیا۔ اور پوری دنیا کو یہ پیغام دیا کہ ہندوستان کی ثقافت یہی ہے، جس پر وقت کی دھول پڑ گئی تھی، کہ جب یہاں کسی ہندو پر ظلم ہوتا ہے تو مسلمان احتجاج کرتے ہیں اور جب کسی مسلم پر ستم ڈھایا جاتا ہے تو ہندو آواز بلند کرتے ہیں۔ اسی کو گنگا جمنی تہذیب کہا جاتا ہے، اسی کو ہندو مسلم اتحاد کا نام دیا جاتا ہے، اور یہی ہندوستان جنت نشان کا طرۂ امتیاز ہے جسے بچانے کے لیے ہر ہندوستانی اپنی آواز بلند کرتا رہے گا۔ وقتی طور پر سہی ہم میڈیا کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہا اور آصفہ کی معصومیت میں خود اپنی لاڈلیوں کی صورت دیکھ کر اس کے لیے انصاف کی مہم چلائی۔ اے کاش! اگر ہمارا میڈیا دیگر معاملات میں اسی طرح غیر جانبداری کا مظاہرہ کرنے لگے تو ہمارے ملک سے نفرتیں اپنا بوریا بستر لپیٹنے پر مجبور ہو جائیں۔

آصفہ کی چیخ رائیگاں نہیں جائے گی، وہ چیخ جس نے ہمارے مردہ ضمیر میں پھر ایک نئی روح پھونک دی، جس نے مذہبی دیواریں توڑ دیں، اور فرقہ پرستی کے منھ پر زوردار طمانچہ رسید کیا ہے۔ ☆☆

(ص:۲۲ کا بقیہ)... دعا کے ذریعہ مانگنا اللہ تعالیٰ کا امتحان لینے کے لیے نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں ہو، سوے ادب سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے، یعنی ایسے الفاظ نہ استعمال کرے کہ اگر وہ اسے اپنے دوست وغیرہ کے لیے استعمال کرے؛ تو اس کے دوست وغیرہ اسے برا جانیں، دعا کے قبول ہونے میں جلد بازی نہ کرے اور دعا قبول ہونے میں جتنی تاخیر ہو اتنی ہی زیادہ برابر دعا کرتا رہے، جب حاجت بڑی ہو؛ تو اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا سمجھ کر نہ مانگے بلکہ چھوٹی و بڑی ہر حاجت کو ایک ہی درجہ میں رکھ کر مانگے، دعا سے پہلے توبہ کرے، خوب زیادہ دعا کرے، خوشی و پریشانی ہر حال میں دعا کرنے کا التزام کرے، عزم مصمم کے ساتھ مانگے، تین مرتبہ دعا مانگے، ان کلمات کے ذریعہ دعا کرے جو دونیا و آخرت کی بھلائی کے لیے جامع ہیں، البتہ اگر کوئی خاص حاجت ہو؛ تو اس کا ذکر کر دے، پاکی کی حالت میں دعا کرے، نماز کے بعد دعا کرے، دعا قبلہ کی طرف چہرا کر کے ہو، دعا کے وقت دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھائے ہوئے ہو، پست آواز میں دعا ہو، جب دعا قبول ہو جائے؛ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے اور کوئی دن و رات دعا سے خالی نہ ہو“۔ (شعب الایمان، بیہقی، ج ۲ ص ۳۷۳، ط: مکتبۃ الرشد، ریاض)

نیز اوقات مثلاً بدھ کے دن ظہر و عصر کے درمیان، احوال مثلاً روزہ کی افطار کے وقت اور جگہوں مثلاً کعبہ شریف کے پاس دعا کرنے کا خوب خیال رکھے؛ کیوں کہ ان حالات میں دعا قبول ہونے کے امکانات عام حالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں، ان کی تفصیل کے لیے قارئین کرام خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب: 'سهام الإصابة في الدعوات المستجابة' کی طرف رجوع کریں جو ترجمہ ہو کر بنام: مقبول دعاؤں کا ذخیرہ احادیث کی روشنی میں، المکتبۃ الازھریۃ، فیض آباد، یوپی سے شائع ہو چکی ہے، یہ کتاب موجودہ دور میں بہت ہی اہمیت کی حامل ہے؛ کیوں کہ ایک طویل زمانہ سے اب تک فتنے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، سب کے اندر خواہشات نفس کی اتباع بڑھتی جا رہی ہے اور نت نئے شکوک و شبہات جنم لے رہے ہیں، ایسی حالت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگانا، اسی سے مدد طلب کرنا اور اس کا ذکر کرنا، بہت ضروری ہو گیا ہے اور اس کے لیے ایک مؤمن بندہ کو اسباب کو بروے کار لانے کی اہمیت کے ساتھ آداب دعا سے آگاہ ہونا ضروری تھا؛ اس لیے بطور اختصار قارئین کے حوالے کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ☆☆☆

دعا اور آدابِ دعا

مولانا ازہار احمد امجدی

دورِ حاضر میں عموماً بندہ مؤمن تین طرح کے ہیں: ایک وہ جو صرف اسباب پر اعتماد کرتے ہیں اور انہیں عموماً دعا وغیرہ سے کوئی سرو کار نہیں ہوتا، عموماً بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے خالی ذہن ہو کر اپنے کمزور بازوؤں پر امید قوی رکھتا ہے، دوست و احباب، بھائی و بہن پر اعتماد کلی رکھتا ہے اور اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے، اسباب کو بروے کار لانا جرم نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کو یکسر بھول جانا ضرور جرم ہے؛ کیوں کہ اگر وہ چاہ لے گا؛ تو اسباب و علل بھی کام کرنا بند کر دیں گے؛ اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ ہر حال و ہر صورت میں اسباب کو بروے کار لانے کے ساتھ، اپنے رب کو یاد کرے اور کام کے پورا ہونے یا نہ ہونے میں اسی کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرے اور بازوؤں پر اعتماد کرنے کے ساتھ قادر مطلق سے التجا کرنا نہ بھولے؛ کیوں کہ وہی بندہ کی دعا قبول کرنے والا ہے، وہی بندہ کی بگڑی بنانے والا ہے اور وہی بندہ کی دنیا و آخرت کو تابناک کرنے والا ہے؛ اس لیے ہر بندہ مؤمن کو چاہیے کہ وہ اسباب کو بروے کار لانے کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ سے بھی ضرور دعا کرے۔

دوسرے وہ جو صرف دعا پر اعتماد کرتے ہیں اور اسباب و اعمال کی طرف ان کی بالکل توجہ نہیں ہوتی، یہ بھی بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں فلاں عالم یا پیر صاحب نے دعا کر دیا، بس کامیابی سے کوئی نہیں روک سکتا، فلاں بزرگ کے مزار پر حاضری ہو گئی، بس یہی سب کچھ ہے، نہ تو اسباب کو بروے کار لانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اپنی بے عملی اور بے راہ روی کو درست کرنے کی ضرورت ہے، کسی عالم باعمل یا پیر صاحب سے دعا کرانا اچھی بات ہے، کسی بزرگ کے مزار پر حاضری باعث برکت ہے، مگر کس عالم، پیر یا صاحب مزار نے یہ تربیت تو نہیں دی ہے کہ دعا و حاضری کے بعد اسباب استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، نیک اعمال، فرائض و واجبات کی طرف توجہ دینے کی چنداں حاجت نہیں! نہیں کسی باعمل عالم، پیر یا صاحب مزار نے ایسی تربیت نہیں کی، پھر ایسی بے عملی اور اسباب سے روگردانی کیوں؟!

مسلمانو! اگر کامیابی چاہتے ہو؛ تو اب بھی وقت ہے، خود نماز وغیرہ کے پابند بنو اور ظاہری اسباب کو بروے کار لاؤ، پھر کسی باعمل عالم یا باعمل پیر صاحب سے دعا کراؤ اور مزارات پر حاضری دو، خود دعا کرو اور دوسرے نیک اعمال بجا لاؤ، یہی طریقہ آپ کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے، محض دعا کرنا اور حاضری دینا آپ کی کامل کامیابی کی ضمانت نہیں۔

تیسرے وہ جو کسی میدان میں کامیابی کے لیے اسباب کو بروے کار لاتے ہیں، فرائض واجبات وغیرہ ادا کر کے نیک اعمال کرتے ہیں، ساتھ ہی رب تعالیٰ پر اعتماد کر کے اس کی بارگاہ میں کامیاب و کامرانی لیے دعا کرتے ہیں، باعمل علما یا باعمل پیران عظام وغیرہ سے دعا بھی کراتے ہیں اور بزرگان دین کے مزارات پر جائز طریقہ سے حاضری دیتے ہیں، یہی دارین میں فلاح پانے والے ہیں، آج امت مسلمہ اگر دنیا و آخرت میں مکمل کامیابی چاہتی ہے؛ تو اسے اسی گروہ کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا اور اسی کا طریقہ کار اپنانا ہوگا، اس طریقہ کے بغیر امت مسلمہ اپنی منزل کبھی نہیں پا سکتی؛ لہٰذا ہمیں اور آپ کو ہوش میں آنے کی ضرورت ہے اور صحیح ڈھنگ سے زندگی گزارنے کی شدید حاجت ہے۔

پہلے دو طرح کے لوگ افراط و تفریط کے شکار ہیں، ان کا طریقہ غلط ہے اور یہی سب سے زیادہ ہیں، تیسرا گروہ، وہی اعتدال و توسط کا حامل ہے، انہیں کا طریقہ درست و صحیح ہے، مگر اس طرح کے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں، آخری گروہ کا طریقہ اختیار کیے بغیر بھی کسی عالم باعمل یا باعمل پیر سے دعا کرانا اور مزارات پر جائز طریقہ سے حاضری دینا فائدہ مند تو ہے، مگر جو فائدہ امت مسلمہ کو درکار ہے وہ مثل سراب کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے، آمین۔

نیز عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بندہ غم و پریشانی میں اپنے رب تعالیٰ کو تو یاد کرتا ہے مگر خوشحالی میں عموماً اسے بھولا رہتا ہے، مگر ایک بندۂ مؤمن کی یہ شان نہیں، بلکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کو صرف غم ہی میں نہیں بلکہ خوشی و غم ہر حال میں یاد کرے؛ کیوں کہ بندہ

صرف پریشانی ہی میں اس کا محتاج نہیں بلکہ ہر حال میں اسی کا محتاج ہے؛اس لیے ہر حال میں اس سے مدد طلب کرنا چاہیے؛کیوں کہ اس سے مدد طلب کرنا، ایک عاجز وضعیف کا قادر مطلق سے مدد طلب کرنا ہے، ایک پریشان حال کا سب سے زیادہ مہربان اور کرم والے سے مدد طلب کرنا ہے، ایسی ذات سے حل طلب کرنا ہے جو دنیا و آخرت اور اس کے ہر ہر جز کا پیدا کرنے والا ہے، وہی ہر چیز کا مالک و مختار ہے؛لہٰذا حقیقی معنوں میں اسی کی ذات ہے جو بندہ کی پریشانی، مصیبت اور غموں کو دور کر سکتی ہے، اسی کی ذات ہے جو بندہ کی امیدیں، آرزوئیں اور جائز مرادیں پوری کر سکتی ہے؛اس لیے اے مسلمانو!زندگی کے کسی گوشے، خوشی و غم، ہر حال میں اسے پکارنا اور یاد کرنا نہ بھولو؛کیوں کہ مالک حقیقی کو پکارنا اور اس سے دعا کرنے کی قرآن پاک اور احادیث میں بہت زیادہ فضیلتیں آئی ہیں، یہاں پر ان میں سے بعض ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ (غافر:۴۰،آیت:۶۰)

ترجمہ:((اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا))(کنزالایمان)

اور دعا کی اہمیت کے پیش نظر ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الدعاء هو العبادة.

ترجمہ: حقیقت میں دعا ہی عبادت سے موسوم ہونے کی حق دار ہے۔(سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء، رقم: ۳۳۷۲، ط:مصطفى البابي الحلبي، مصر)

اسی وجہ سے بندہ اگر خلوص کے ساتھ دعا کرتا ہے؛اللہ تعالی اسے، اس دعا و عبادت کا اجر دنیا و آخرت یا صرف آخرت میں ضرور عطا فرماتا ہے، حضور آقائے دوجہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إن ربَّكُم تبارك و تعالى حَيِي كريم يَستحى من عبده إذا رَفَع يديه إليه أن يَرُدّهما صِفْرا.

ترجمہ: بے شک تمھارا رب تبارک و تعالی اپنی شان کے مطابق بہت زیادہ حیا اور کرم فرمانے والا ہے، وہ اپنے بندہ مؤمن سے اپنی شان کے مطابق حیا فرماتا ہے کہ جب بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے؛تو وہ دونوں ہاتھوں کو رحمت سے خالی واپس کر دے۔

(سنن أبي داود، باب الدعاء، رقم:۱۴۸۸، ط:المكتبة العصرية، بيروت)

نیز بندہ کو جو پریشانی لاحق ہوئی، اس کو ختم کرنے کے لیے اور جو بلا آنے والی ہے، اس سے بچنے کے لیے بھی دعا نفع بخش ہے؛بندہ دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی بلا میں مبتلا ہوگا اور مزید مبتلا بھی ہو سکتا ہے یا کسی بلا میں مبتلا تو نہیں ہوگا مگر مبتلا ہونے کا خطرہ بہر حال ہے؛اس لیے ہر بندہ، جس کو کوئی پریشانی لاحق ہے یا جس کو پریشانی لاحق نہیں ہے، دونوں کو چاہیے کہ ہمیشہ دعا کرتے رہیں تاکہ موجودہ بلا سے نجات پائیں اور ناگہانی آنے والی بلا سے بھی محفوظ رہیں، حضور آقائے دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إن الدعاءَ يَنفعُ مما نزَل و مما لم يَنْزِل؛ فعليكم عِبادَ الله بالدعاء،

ترجمہ: بے شک دعا اتری بلا کے دور کرنے اور جو بلا آنے والی ہے، اس سے محفوظ رکھنے میں نفع بخش ہے؛لہٰذا اے اللہ کے بندو!تم دعا کو لازم پکڑ لو۔ (سنن الترمذی، باب فى فضل التوبة و الاستغفار، رقم:۳۵۴۸،ط:مصطفى البابي الحلبي، مصر)

جب ہر بندہ کے لیے دعا کرنا بہتر ہے؛تو ہر بندہ کو آداب دعا کا بھی علم رکھنا ضروری ہے، آداب دعا کا علم نہ ہونے کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے حق میں مفید دعا کرنے کے بجائے، ایسی دعا کر بیٹھے جو اس کے حق میں مضر اور نقصان دہ ہو، آداب دعا کی چند جھلکیاں نظر قارئین ہے:

(۱) آداب دعا میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ مؤمن کو معلوم ہونا چاہیے کہ کون سی دعا اس کے لیے مفید اور کون سی مضر ہے، اس کے متعلق حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

عن أنس رضى الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عاد رجلا من المسلمين قد خَفَتَ فصار مثل الفرخ؟ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:((هل كنت تدعو بشى ئ أو تسأله إياه؟)) قال نعم، كنت أقول: اللهم ماكنت معاقبى به فى الآخرة؛ فعَجِّلَه لى فى الدنيا؛ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((سبحان الله، لاتطيقه و لاتستطيعه، أفلا قلت: اللهم آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب النار)) قال: ((فدعا الله له فشفاه))

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلم کی عیادت فرمائی، جو پرندہ کے بچہ کی طرح کمزور

ہوچکا تھا، رسول کریم ﷺ نے اس سے فرمایا:

((کیا تم کسی چیز کے ذریعہ دعا کر رہے تھے یا اس سے کچھ مانگ رہے تھے)) اس نے عرض کیا: ہاں، میں کہ رہا تھا: مجھے آخرت میں سزا دنہ دے؛ تو اللہ تعالی نے مجھے دنیا ہی میں سزا دے دی؛ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ((سبحان اللہ! تم اس کی دنیا میں طاقت نہیں رکھتے اور نہ تم آخرت میں اس کو برداشت کر سکتے ہو، تم نے یہ دعا کیوں نہیں پڑھی: اللھم آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار)) ترجمہ: ((اے اللہ! تو مجھے دنیا و آخرت میں عافیت عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا)) راوی کہتے ہیں: ((پھر حضور ﷺ نے اس شخص کے لیے رب تعالی کی بارگاہ میں دعا کی؛ تو اللہ تعالی نے اسے شفا عطا فرمادیا)) (صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء ، باب کراھیة الدعائ بتعجیل العقوبة فی الدنیا، رقم: ۲٦۸۸، ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

آداب دعا کا علم نہ ہونے کی وجہ سے صحابی رسول نے اپنے حق میں ایسی دعا کرلی جس کو وہ دنیا میں برداشت کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے تھے اور نتیجے میں کمزور وناتواں ہوتے جا رہے تھے، حضور رحمت عالم ﷺ نے وقت پر پہنچ کر انہیں آداب دعا سے آگاہ کیا اور ان کے لیے دعا بھی کی، حضور ﷺ کی دعا کے صدقہ میں وہ شفایاب ہوگئے، اگر حضور ﷺ وقت پر پہونچ کر ان کی تربیت نہ کرتے اور وضاحت نہ فرماتے کہ آداب دعا میں سے ہے کہ مؤمن اللہ تعالی سے صرف آخرت ہی کی بھلائی نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی طلب کرے؛ تو ان کے غلط طریقہ سے دعا کرنے کا نتیجہ ان کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوتا؛ اس لیے ہر مؤمن بندہ کو آداب دعا کا علم رکھنا چاہیے۔

(۲) آداب دعا میں سے یہ بھی ہے کہ معاملہ خواہ کتنا بڑا اور کتنا مشکل ہی کیوں نہ ہو، ہر بندہ مؤمن کو چاہیے کہ اللہ عزوجل سے کامل اعتماد ویقین کے ساتھ دعا کرے اور اس ادب کی تعلیم حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو دی ہے، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إذا دعا أحدکم فلیعزم المسئلة، و لایقولن: اللھم إن شئت فأعطنی؛ فإنه لا مستکره له.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی دعا کرے؛ تو عزم و استقلال کے ساتھ مانگے اور ہرگز یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے؛ تو مجھے عطا کردے؛ کیوں کہ اللہ تعالی کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب لیعزم المسئلة فانه لامکره له، رقم: ٦۳۳۸، ط: دار طوق النجاة)

نیز حضور سرور دوجہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ادعوا اللهَ و أنتم مؤقنون بالإجابة، و اعلموا أن الله لا یستجیب دعاءً من قلب غافل لاه.

ترجمہ: تم اللہ تعالی سے اس حال میں دعا کرو کہ تمہیں دعا قبول ہونے کا یقین کامل ہو اور اس بات کو ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالی مانگنے والی چیز سے غفلت کرنے والے اور اللہ تعالی کے علاوہ سے اشتغال رکھنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (سنن الترمذی، باب جامع الدعوات، رقم: ۳٤۷۹، ط: مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اس حدیث کے دو مطلب ہوسکتے ہیں:

(۱) دعا قبول ہونے کے لیے یقین کامل کی صورت اسی وقت پیدا ہوگی جب بندہ مؤمن بھلائی کرے، برائی سے پرہیز کرے، دعا کے شروط جیسے دل حاضر رکھے اور اچھے اوقات واحوال کو غنیمت جانے۔

(۲) اس یقین واعتقاد کے ساتھ دعا کرے کہ اللہ تعالی اپنی کرم کی وسعت اور کمال قدرت کے پیش نظر محروم نہیں کرے گا تاکہ سچی امید اور خلوص کے ساتھ دعا کا تحقق ہوسکے؛ کیوں کہ دعا کرنے والے کی امید جب تک پختہ اعتماد کے ساتھ نہیں ہوگی، اس کی دعا سچی نہیں ہوگی اور سچی نہیں ہوگی؛ تو دعا قبول ہونے کا امکان بھی بہت کم ہوگا

(مرقاة المفاتیحً علامه علی قاری علیه رحمة الباری، ج٤ ص۱۵۳۱، دار الفکر، بیروت)

آج ہم امت مسلمہ کا جائزہ لیں؛ تو عموماً یہی دکھائی دیتا ہے کہ وہ گناہ میں لت پت ہونے کی حالت میں دعا کرتے ہیں، انہیں شک و شبہات چاروں طرف سے گھیرے رہتے ہیں کہ پتہ نہیں دعا قبول ہوگی یا نہیں اور یوں ہی لوگ عموماً اپنی دعا میں غفلت سے کام لیتے ہیں، دل رب تعالی کے بجائے کسی دنیوی مسئلہ میں لگا ہوتا ہے، پھر دعا کہاں سے قبول ہو، مسلمانو! دعا کرنے میں حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلو، ان شاء اللہ دعا مقبول و مبرور ہوگی۔

(۳) آداب دعا میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ مؤمن دعا میں استقلال واستمرار پیدا کرے اور دعا کی قبولیت میں جلد بازی کی وجہ سے اسے ترک نہ کرے، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لایزالُ یُستجابُ للعبد مالم یدْع بإثم أو قطیعة

رحم، مالم یستعجل. قیل: یارسول الله! ما الاستعجال؟ قال: یقول: قد دعوتُ فلم أر یستجیب لی، فیستحسر عند ذلك، و یَدَع الدعاء.

ترجمہ: اگر بندہ مؤمن گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور دعا میں جلد بازی نہ کرے؛ تو اس کی دعا قبول کی جاتی رہے گی۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ جلد بازی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کہتا ہے: میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی؛ جس کی وجہ سے وہ ناامید ہوکر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا و الاستغفار، باب أنه یستجاب للداعی مالم یعجل، رقم: ۲۷۳۵، ط:دار إحیائ التراث العربی، بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ شرعاً جو چیز غلط ہو اس کے لیے دعا نہیں کرنا چاہیے، یوں ہی دعا میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے ناامیدی ہوگی اور حسرت و یاس کا دروازہ کھلے گا اور نتیجہ میں بندہ دعا ہی کرنا ترک کردے گا اور جب دعا کرنا ترک کردیا؛ تو دعا قبول ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا؛ لہذا معاملہ خواہ کتنا بڑا اور عظیم ہی کیوں نہ ہو، ایک بندہ مؤمن کو دعا میں ہمیشگی و دوام برتنا چاہیے اور اُکتا کر دعا کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے، یہی طریقہ ایک مؤمن کے لیے کار آمد اور مفید ہے۔

(۴) آداب دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کے اسماے حسنی اور اعلی صفات کے ذریعہ دعا کی جائے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا. (الاعراف:۷، آیت: ۱۸۰)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو۔ (کنزالایمان)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

"اللهم إنی أسألك بأنك أنت الله الذی لا إله إلا أنت الأحد الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن له کفوا أحد" فقال النبی ﷺ: لقد سألت الله باسمه الأعظم الذی إذا سئل به أعطی، وإذا دعی به أجاب.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا: "اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللهُ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ الأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا أَحَد"

ترجمہ: "یااللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ایک ہے، کسی کا محتاج نہیں، جس کا نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی اولاد، اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا ہے"

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((تم نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے ذریعہ مانگا ہے، جس کے ذریعہ جب اس سے مانگا جائے؛ تو عطا کرے اور جب اسے اس کے ذریعہ پکارا جائے؛ تو دعا قبول ہو))

(المستدرك حاکم، ج۱ ص۵۰٤، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۵) آداب دعا میں سے یہ بھی ہے کہ حضور آقاے دوجہاں ﷺ اور اولیاے کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے وسیلہ سے دعا کرے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (المائدة:۵، آیت:۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (کنزالایمان)

عن عثمان بن حنیف رضی الله عنه أن رجلاً أعمی أتی النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: إنی أصبت فی بصري فادع الله لي، قال:

اذهب فتوضأ وصل رکعتین، ثم قل: اللّٰهُمَّ إنی أسألك وأتوجه إلیك بنبیّ محمد نبیّ الرحمة یا محمد إني أستشفع بك علی ربي في رد بصری، اللّٰهُمَّ فشفعّنی فی نفسی وشفّع نبیّ فی رد بصری، وإن کانت حاجة فافعل مثل ذلك.

ترجمہ: عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، آپ فرماتے ہیں: ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نابینا ہو گیا ہوں، آپ اللہ تعالی سے دعا کریں کہ وہ مجھے بینا کردے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ((جاؤ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّه إِلَیْكَ بِنَبِیِّی مُحَمَّد نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یا مُحَمَّد إِنِّي أَتَوَجَّه بِكَ عَلَی رَبِّي فِی رَدِّ بَصَرِی، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْنِي فِی نَفْسِی وَ شَفِّعْ نَبِیِّی فِی رَدِّ

بَصِرِی)) ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں، اس کے لیے میں اپنے نبی، رحمت والے نبی محمد ﷺ کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں، اے محمد ﷺ! میں آپ ﷺ کو اپنی بینائی لوٹانے کے لیے اپنے رب تعالیٰ کے حضور شفیع بناتا ہوں، اے رب تعالیٰ! تو میرے حق میں میری دعا قبول فرما، اور نبی ﷺ کی شفاعت میرے آنکھ کی بینائی لوٹانے میں قبول فرما۔ (قاعدۃ فی التوسل ابن تیمیہ، ص۱۰۶، بحوالہ تاریخ ابن ابی خیثمہ)

(۶) آداب دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دعا کرنے والے کا کھانا، پانی اور کپڑا سب حلال ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أيها الناس! إن اللهَ طيب لايقبل إلا طيبا، و إن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال: {يا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْم}(المؤمنون:۲۳، آیت:۵۱) وقال: {يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُم} (البقرة:۲، آیت:۱۷۲) ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماءِ، يا رب، يارب! و مطعمه حرام، ومشربه حرام، و ملبسه حرام، و غذى بالحرام، فأنى يُستجاب له؟

ترجمہ: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک ہے، وہ صرف پاک چیز قبول کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے جس کا رسولان عظام علیہم الصلاۃ والسلام کو حکم دیا اسی کا مؤمنین کو بھی حکم دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ} ترجمہ: اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، میں تمھارے کاموں کو جانتا ہوں۔ (کنز الایمان) اور رب تعالیٰ فرماتا ہے: {يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ} ترجمہ: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کی وجہ سے گرد آلود ہونے کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے: یارب، یارب! اور حال یہ ہے کہ بڑا ہوا تو اس کا کھانا حرام، اس کا پانی حرام، اس کا کپڑا حرام اور بچپن میں اسے حرام کی غذا دی گئی؛ تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟!

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، ج۲ص۷۰۳، رقم: ۱۰۱۵، ط:دار إحياءُ التراث العربي، بيروت)

آج ہم اگر قوم مسلم کا جائزہ لیں؛ عام طور سے عوام تو عوام بہت سارے خواص بھی حرام کھانے، پینے اور پہننے سے نہیں بچتے اور بچوں کو بھی اس حرام چیزوں سے نہیں بچاتے، اب ایسے لوگ اگر دعا کریں گے؛ تو دعا کیوں کر قبول ہوگی؟! اللہ تعالیٰ کیوں کر ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا؟! لہٰذا اے مسلمانو! حرام کھانے، پینے اور پہننے سے بچو اور اپنی اولاد کو بھی حرام چیزوں سے بچاؤ تاکہ تمھاری کی گئی دعا تمھارے اور دوسرے مؤمن بھائیوں کے کام آئے، تم کامیابی و کامرانی کی منزل کی طرف رواں دواں رہو اور ایک دن منزل مقصود پر پہنچ کر کامیابی کا جھنڈا نصب کر سکو۔

(۷) آداب دعا میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ جو دعا کرے اس کے اول و آخر درود شریف بھی پڑھے؛ کیوں کہ اللہ جل شانہ درود پاک ضرور قبول فرماتا ہے اور جب رب کریم درود شریف قبول فرمائے گا؛ تو اس سے یہ امید ہے کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول فرمالے گا، عابد و زاہد حضرت ابو سلیمان عبد الرحمن بن احمد عنسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگو؛ تو حضور ﷺ پر درود شریف کے ذریعہ شروع کرو، پھر اپنی حاجت مانگو اور نبی اکرم صلی اللہ پر درود پڑھ کر اپنی دعا ختم کرو؛ کیوں کہ یہ دونو دعا یعنی درود شریف رد نہیں کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید نہیں کہ دونوں طرف کی دعا قبول کر لے اور ان کے درمیان کی دعا کو چھوڑ دے" (حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصبہانی، ج۹ص۲۵٤، دار الکتاب العربی، بیروت)

ان کے علاوہ بھی دعا کے دوسرے آداب ہیں، جن کا تذکرہ تقریبا اختصار کے ساتھ 'شعب الایمان' میں موجود ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"دعا کے ارکان میں سے ہے کہ جو چیز مانگ رہا ہے، اس کے مانگنے میں کوئی حرج نہ ہو، مانگنے کا مقصد صحیح ہو، دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان ہو؛ کیوں کہ اس صورت میں اس کے دل میں دعا قبول ہونے کا غالب گمان ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کے ذریعہ دعا کرے، جو چیز مانگے، محنت و لگن سے مانگے، دعا اللہ تعالیٰ کی فرض کی ہوئی چیز کو چھوڑنے کا باعث نہ بنے۔۔۔ (باقی، ص:۱۷ پر)

امام شاطبی ــــ احوال واوصاف

نثار احمد خان مصباحی

چھٹی صدی ہجری کی جن اسلامی شخصیات نے علم وفن کے کسی خاص میدان میں لازوال اثرات چھوڑے ہیں، ان میں امام شاطبی کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے ایک بلند رتبہ ولی، مختلف علوم وفنون کے ماہر اور علم تجوید وقراءت کے امام تھے۔

ہم نے آپ کی شخصیت اور احوال واوصاف پر ایک تفصیلی مقالہ لکھا ہے جس کا کچھ حصہ نئی ترتیب اور تلخیص واختصار کے ساتھ یہاں پیش کر رہے ہیں۔

آگے بڑھنے سے قبل ہم یہ وضاحت کر دیں کہ "امام شاطبی" کے نام سے دو علماے اسلام مشہور ہیں:

[۱]-امام القراء، ولیِّ خدا امام ابو محمد قاسم بن فیرّہ شاطبی (متوفیٰ:۵۹۰ھ)

[۲]-امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی مالکی (متوفیٰ۷۹۰ھ)

اول الذکر کی ایک مشہور کتاب "شاطبیہ" ہے جو فنِ قراءت میں ایک بے مثال اور لازوال منظوم کتاب ہے۔ جب کہ دوسرے کی مشہور کتابیں "الاعتصام" اور "الموافقات" ہیں۔ ہمارا یہ مضمون صاحبِ "شاطبیہ" کے بارے میں ہے۔

ولادت: امام شاطبی کی ولادت اُن کے آبائی شہر "شاطبہ" میں ۵۳۸ھ کے آخر میں ہوئی۔(۱)

"شاطبہ" اندلس (موجودہ اسپین) کا ایک قدیم شہر ہے۔ مسلمانوں کی اندلس آمد سے قبل اس شہر کا نام "سیتابي" تھا۔ اہلِ عرب نے عربی اوزان کے مطابق اسے "شاطبیہ" کر دیا۔(۲) موجودہ دور میں "شاطبہ" کا نام Xativa/Jativa ہے۔

امام شاطبی پیدائشی نابینا تھے۔(۳) مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ آپ نابینا ہیں، بلکہ دیکھنے والا آپ کے بینا ہونے میں کسی طرح کا شبہہ بھی نہیں کرتا تھا۔ اس کی ظاہری وجہ یہ تھی کہ آپ کا رہن سہن اور حرکات وسکنات نابینا نہیں بلکہ بینا لوگوں کی طرح تھے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"وكان إذا جلس إليه أحد لا يحسب أنه ضرير، بل لا يرتاب أنه يبصر ، لأنه ماكان يظهر منه ما يظهر من الأعمىٰ في الحركات."(۴)

"جب کوئی ان کے پاس بیٹھتا تو یہ گمان بھی نہیں کرتا کہ آپ نابینا ہیں، بلکہ آپ کے بینا ہونے میں شک بھی نہیں کرتا۔ اس لیے نابینا لوگوں سے جو حرکات ظاہر ہوتی ہیں وہ آپ سے نہیں ظاہر ہوتی تھیں۔"

تحصیلِ علم: امام شاطبی پیدائشی نابینا تھے، نابینا آدمی کو علم حاصل کرنے اور سامانِ زندگی فراہم کرنے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں وہ ہر کسی پر ظاہر ہیں۔ امام شاطبی علم اور فضل کی جن بلندیوں تک پہنچے انھیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے نابینائی کے باوجود یہ سب کچھ کیسے حاصل کیا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم "شاطبہ" ہی میں ہوئی۔ قراءات سبعہ کی تکمیل اور اپنے شہر کے علما ومشائخ سے دینی علوم کی تحصیل کے بعد آپ نے دوسرے شہروں کا رخ کیا اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور راستے کے خطرات کو آپ نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس سلسلے میں آپ قریبی شہر "بلنسیہ" تشریف لے گئے جو "شاطبہ" سے تقریباً ۵۵ ر کلو میٹر کی دوری پر ہے اور جس کا موجودہ نام Valencia ہے۔ وہاں آپ نے تفسیر، حدیث اور قراءت کے ساتھ دیگر علوم کی تحصیل متعدّد علما ومشائخ سے کی۔

صرف بلنسیہ ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے دور دراز شہروں میں آپ گئے اور پچاسوں علما وائمہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، قراءت وتجوید، نحو وصرف اور لغت وغیرہ کثیر علوم وفنون کی تحصیل کی۔(۵)

نابینا ہونے کے باوجود آپ نے اس قدر کثیر علوم حاصل کر لیے کہ بعد میں جب ۳۴ ر سال کی عمر میں آپ اندلس چھوڑ کر مصر تشریف لے آئے تو اس وقت مصر میں کثرتِ فنون اور سینے میں محفوظ علوم کے معاملے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

امام تاج الدین عبدالوہاب ابن السبکی "طبقات الشافعیۃ الوسطیٰ" میں فرماتے ہیں:

"ذكره النووي في الطبقات، وقال: لم يكن بمصر

في زمانه نظيره في تعدد فنونه و كثرة محفوظه.اھ"

یعنی "امام نووی نے انھیں "طبقات" میں ذکر کیا اور فرمایا کہ: مصر میں ان کے زمانے میں تعددِ فنون اور کثرتِ محفوظ کے معاملے میں ان کے جیسا کوئی نہ تھا۔"(۶)

قاضی ابن خلکان "وفیات الاعیان" میں لکھتے ہیں:

"كان رحمه الله تعالىٰ يقول عند دخول إلىٰ مصر: إنه يحفظ وقر بعير من العلوم.اھ"(۷)

یعنی آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنی مصر تشریف آوری کے وقت فرماتے تھے کہ انھیں ایک اونٹ کے بھاری بوجھ کے برابر علوم یاد ہیں۔

اللہ اکبر! سچ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے خصوصی الطاف وعنایات سے نواز دیتا ہے۔

وطن سے ہجرت اور دیگر حالات: تحصیلِ علم کے بعد آپ اپنے شہر "شاطبہ" میں رہنے لگے اور تشنگان علوم کو سیراب کرنے لگے۔ وہیں آپ نے قراءاتِ سبعہ میں اپنی عظیم اور بابرکت منظوم کتاب "شاطبیہ" کی تصنیف شروع فرمائی۔ (جس کے بارے میں کچھ تفصیلات ان شاء اللہ ہم آگے پیش کریں گے) پھر ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے آپ اپنے وطنِ عزیز سے ہجرت فرما کر مصر تشریف لے آئے۔

تفصیل یہ ہے: امام شاطبی چوں کہ کسی رئیس گھرانے کے فرد نہیں تھے اور خود نابینا بھی تھے اس لیے فقر اور غریبی کو آپ سے ایک خاص وابستگی تھی، دنیاوی مال وزر سے اگرچہ ہاتھ خالی تھا مگر علم وفضل، زہد وتقویٰ، استغفار و بے نیازی اور قناعت وصبر کی بے کراں دولت سے مالا مال تھے۔ آپ کے فضل و شرف اور حالاتِ زندگی دیکھ کر اصحابِ اقتدار نے آپ سے گزارش کی کہ آپ شہر کی جامع مسجد کا منصبِ خطابت قبول فرما لیجیے، مگر آپ نے ان کا پیش کردہ یہ منصب قبول نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خطبا کو بادشاہوں کی تعریف وتوصیف میں نامناسب مبالغے سے کام لینا پڑتا تھا جو آپ جیسا پیکرِ ورع اور حق گو شخص نہیں کر سکتا تھا۔

ان کی اس گزارش پر آپ نے ارادۂ حج کا عذر پیش کر دیا اور وطن چھوڑ کر حج کے ارادے سے نکلے اور مصر تشریف لے گئے پھر اپنی زندگی میں دوبارہ کبھی اپنے ملک واپس ہی نہیں گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پھر سے منصبِ خطابت پیش کریں۔

یہ واقعہ ۵۷۲ھ کا ہے یعنی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۳۴ سال تھی۔(۸)

مصر تشریف آوری کے وقت آپ سب سے پہلے مصر کے ساحلی شہر اسکندریہ آئے اور وہاں امام ابوطاہر احمد اصفہانی سلفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ ۵۷۶ھ) اور دیگر محدثین سے حدیث کی سماعت کی۔(۹)

قاہرہ (مصر) آنے کے بعد آپ نے "شاطبیہ" کی تکمیل فرمائی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۸۹ھ) کے وزیر اور دوست قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی (متوفیٰ ۵۶۹ھ) نے آپ کا حد درجہ اعزاز واکرام کیا۔ سلطان صلاح الدین کے یہ وزیر علم اور علم کی قدر دانی میں کافی مشہور تھے۔ انھوں نے اپنے گھر کے پاس ۵۸۰ھ میں "مدرسہ فاضلیہ" قائم کیا اور اس مدرسے کے "شیخ القراء" کا منصب امام شاطبی کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ وہاں علمِ قراءت کے ساتھ علومِ عربیہ (نحو و لغت وغیرہ) بھی پڑھایا کرتے تھے۔ کچھ ہی دنوں میں آپ کے علم وفضل اور تعلیم وتربیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ لوگ دور دراز، بلکہ دنیا کے مختلف علاقوں سے آپ کی خدمت میں اپنی علمی تشنگی لے کر آتے اور آپ کے علم وفضل کے شیریں سمندر سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتے۔(۱۰)

وفات: مدرسہ فاضلیہ میں طالبانِ علوم کو قراءت کے ساتھ آپ دیگر علوم کی بھی تعلیم دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت آ گیا اور ۵۹۰ھ میں ۲۸ / جمادی الآخرہ بروز اتوار بعد نمازِ عصر علم وعمل، زہد و تقویٰ اور اخلاص و للّٰہیت کا یہ باعظمت پیکر دنیاے فانی چھوڑ کر دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔

اگلے دن (دوشنبہ کو) آپ کی نمازِ جنازہ شارح "المھذب" علامہ شیخ ابو اسحاق عراقی (خطیب جامع عمرو بن العاص) نے پڑھائی اور قاہرہ (مصر) کے مشہور قبرستان "قرافۂ صغریٰ" میں مدفون ہوئے۔(۱۱)

ائمۂ اسلام کی صراحتوں کے مطابق امام شاطبی کا مزارِ مبارک ان جگہوں میں سے ہے جہاں اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے۔

امام قسطلانی لکھتے ہیں:

"قد ذكر شيخ مشائخنا شمس الدين ابن الجزري انه زار قبر الشاطبي مرارا و ان بعض اصحابه عرض عليه القصيدة اللامية و انه رأى أثر إجابة الدعاء. وهذا امر قد شاع وذاع وملأ الاسماع و جرّ به غير واحد."

"ہمارے مشائخ کے شیخ امام شمس الدین ابن الجزری نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بارہا امام شاطبی کی قبرِ مبارک کی زیارت کی ہے اور ان کے

بعض اصحاب نے قصیدۂ لامیہ (شاطبیہ) وہاں پڑھا ہے۔ اور (یہ بھی ذکر کیا ہے کہ) انھوں نے دعا کی قبولیت کے آثار دیکھے ہیں۔ یہ بات بہت ہی مشہور و معروف ہے اور متعدّد لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔" (۱۲)

اوصاف وکمالات: اب ہم یہاں امام شاطبی کے کچھ اوصاف و کمالات کے تذکرے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

اخلاص: اخلاص یعنی نیتوں کی سچائی بہت ہی بڑی دولت ہے۔ اگر کوئی انسان اپنے کام میں مخلص نہیں تو اچھے نتائج کی امید فضول ہے۔ قول و عمل کی مقبولیت کا دار و مدار اخلاص اور اچھی نیتوں پر ہے۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت سے بھی نوازا تھا کہ آپ کا ہر قول و عمل خالص اللہ کے لیے ہوتا تھا۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علامہ صلاح الدین صفدی (متوفیٰ ۷۶۴ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کان اماما ... محققا، ذکیا، حافظا للحدیث، عالما بالقرآن، قراءة و تفسیرا، و و بالحدیث مبرزا فیه —حسن المقاصد، مخلصا فی ما یقول و یفعل-اھ." (۱۲)

"آپ امام، محقق، دانش ور، حافظ حدیث، قرآن کی قراءت و تفسیر کے عالم، حدیث کے ماہر، نیک مقصد اور قول و فعل میں مخلص تھے۔"

اپنے قصیدۂ شاطبیہ کے بارے میں امام شاطبی نے خود ہی فرمادیا ہے کہ میں نے اسے خالصۃً لوجہ اللہ لکھا ہے۔ اپنے اسی قصیدے کی ابتدا میں آپ نے اس کی خصوصیات اور اس کی اہمیت کی طرف خود ہی اشارہ فرمایا ہے مگر جب دیکھا کہ یہ تو اپنے ہی کلام کی تعریف ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ریا و سمعہ راہ پا جائے اور ساری محنت رائگاں ہو جائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ریا و سمعہ سے محفوظ رہنے کی دعا کی۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

"ولما مدح نظمه و خاف من مکر النفس دعا الله تعالیٰ ان یعصمه من ان یکون قوله أو عمله للسمعه فیضیع سعیه ، فقال:ونادیت اللهم یا خیر سامع ،أعذنی من التسمیع قولا و مفعلا. اھ"

اور جب اپنے کلام کی تعریف کی اور نفس کے مکر کا اندیشہ ہوا، اللہ سے دعا کی کہ انھیں اس سے محفوظ رکھے کہ ان کو کوئی قول یا فعل دکھاوے کے لیے ہو، اور ان کی کوشش بے کار ہو جائے، تو فرمایا:

"اور میں نے دعا کی: اے اللہ! اے سب سے بہتر سننے والے، قول و فعل میں مجھے دکھاوے سے محفوظ رکھ۔

اتباعِ سنت اور ولایت و کرامت: اتباعِ سنت معیارِ کمال ہے۔ ائمۂ اسلام کی صراحتوں کے مطابق ولایت کا معیار اتباعِ شریعت ہے۔ امامِ صوفیہ سید نا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفیٰ:۲۹۷ھ) کا یہ قول بہت ہی مشہور ہے:

"الطرق کلها مسدودة علی الخلق إلّا من اقتفی اثر الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم."

یعنی (اللہ عز و جل تک پہنچنے کے) راستے مخلوق کے لیے بند ہیں، سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے (یعنی اتباعِ سنت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں)۔

امام شاطبی کے اندر اتباعِ سنت کا ایک پر لطف جذبہ فراواں تھا، جس نے آپ کی پوری زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور کیوں نہ ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ایک بلند رتبہ ولی تھے اور امتِ محمدی میں اولیاے کرام سے بڑھ کر متبعِ سنت کوئی نہیں ہوتا۔

امام قسطلانی امام ابن الجزری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کان اماما کبیرا ... مع الزهد والولایة والعبادة والانقطاع والکشف ... مواظبا علی السنة-اھ." (۳)

" آپ امامِ کبیر، زاہد، ولی، عابد، گوشہ نشیں، صاحبِ کشف اور پابندِ سنت تھے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کہ ثبوتِ ولایت (یعنی ولایت ثابت ہونے) کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اطباق (یعنی اتفاق) ائمہ کا، علما کا جمہور کا، سوادِ اعظم کا، سوادِ اعظم جس کو ولی مان رہا ہے وہ بے شک ولی ہے۔" (۱۴)

امام شاطبی کی ولایت ہر خاص و عام نے تسلیم کی، کسی نے آپ کے ولی ہونے میں کبھی شک نہیں کیا۔ امام قسطلانی لکھتے ہیں:

"ولایته اشهر من الشمس و أضوأ من القمر. لا ریب فیها ولا لبس. فهو الولي الذي ما شك احد. بحمد الله تعالیٰ ، في صدق ولایته، والإمام الذي ودّ کل امام ان یصلي خلفه لیعد من جماعته. و یکفی ما اشتهر علی اَلسِنة الخلق ... وسکن في القلوب و تحرکت به الشفاه من نعته بـ"ولی الله"-اھ (۱۵)

"ان کی ولایت سورج سے زیادہ مشہور اور چاند سے زیادہ روشن ہے جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ التباس، آپ ہی وہ ولی ہیں کہ جن

کی ولایت کے سچ ہونے میں بحمد اللہ تعالیٰ کسی نے بھی شک نہیں کیا۔ آپ ہی وہ امام ہیں کہ ہر "امام" نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنا چاہی تاکہ آپ کی جماعت میں شمار کیا جائے اور وہی کافی ہے جو زبانِ خلق پر مشہور ہے، دلوں میں جاگزیں اور ہونٹوں پر جاری ہے کہ آپ "ولی اللہ" (اللہ کے ولی) ہیں۔"

امام شاطبی کے خاص شاگرد امام عَلَم الدین سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ ۶۴۳ھ) نے امام شاطبی کے بارے میں فرمایا:

کان ولیا مکاشفا۔ یعنی آپ صاحبِ کشف ولی تھے۔ [۱۶]

اس مناسبت سے ہم یہاں آپ کی ایک مشہور کرامت کا ذکر کر رہے ہیں:

امام قسطلانی فرماتے ہیں: (عبارت طویل ہے، اس لیے صرف ترجمہ پیش ہے)

"امام ابن الجزری کے متعدّد اصحاب نے مجھے خبر دی، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ثقہ شیوخ نے اپنے مشائخ کے حوالے سے امام شاطبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صبح کی نماز اندھیرے ہی میں اپنے مدرسے میں پڑھ لیتے پھر قراءت پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے۔ لوگ ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہوئے رات ہی میں پہنچ جاتے تھے۔ امام شاطبی جب تشریف فرما ہوتے تو بس اتنا فرماتے: "جو پہلے آیا ہے وہ پڑھے" پھر ان کے آنے کی ترتیب کے لحاظ سے سب کو پڑھاتے۔ ایک دن ایک صاحب سب سے پہلے آئے مگر جب امام شاطبی تشریف لائے تو فرمایا: "جو دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ پڑھے"۔ دوسرے نے پڑھنا شروع کر دیا اور پہلے کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا (کہ کیوں ایسا ہوا)۔ وہ سوچنے لگے کہ شیخ کے پاس جانے کے بعد مجھ سے کون سا گناہ صادر ہو گیا جس نے مجھے شیخ سے محروم کر دیا۔ پھر انھیں یاد آیا کہ آج کی رات وہ جنبی (ناپاک) ہو گئے تھے، اور جب نیند سے بیدار ہوئے تو باری پر شدتِ حرص کی وجہ سے بھول گئے اور جلدی جلدی چلے آئے۔ شیخ اس پر مطلع ہو گئے، اس لیے دوسرے نمبر پر آنے والے کو پہلے پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے بعد وہ مدرسے کے بغل میں بنے ہوئے حمام میں گئے، غسل کیا اور دوسرے کے پڑھ کر فارغ ہونے سے پہلے ہی مجلس میں واپس آ گئے، پھر جب دوسرے صاحب پڑھ چکے تو شیخ نے فرمایا: "جو پہلے آیا ہے اب وہ پڑھے۔" پھر انھوں نے پڑھا"۔ [۱۷]

یہ امام شاطبی کی ایک بہت ہی عظیم کرامت ہے جو ثقہ علما و ائمہ کی سند سے ثابت ہے۔

یہاں ضمنی طور پر ایک بات کا تذکرہ برمحل ہو گا کہ بہت سے اصحاب ولایت علما و ائمہ کی کرامت ان کی وہ کتابیں بھی ہیں جن کی کوئی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ یہ کتابیں اپنی نوعیت میں بے مثال ہونے اور باعظمت اور حیرت انگیز ہونے کی وجہ سے اپنے مصنفین کی زندہ کرامت مانی جاتی ہیں۔ مثلاً امام ابو الوفا ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ) کی "کتاب الفنون" جو آٹھ سو جلدوں پر مشتمل تھی۔ امام ابنِ عساکر دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۴۹۹ھ-۵۷۱ھ) کی "تاریخ دمشق" جو اسّی جلدوں میں ہے اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کی "فتاویٰ رضویہ" جو جدید ترتیب کے بعد تیس ضخیم جلدوں میں ہے۔

اسی طرح امام شاطبی کا بابرکت قصیدہ "شاطبیہ" بھی ان کی ایک عظیم کرامت ہے۔ امام قسطلانی قسم کھا کر کہتے ہیں:

"أقسم باللہ الرؤوف الودود، الذی الان لہ بدیع المعانی فی وجیز المبانی کما الان الحدید لداؤد، انہا لکرامۃ من معجزات أبی القاسم۔-اھ" [۱۸]

"میں اللہ رؤف ودود کی قسم کھاتا ہوں، جس نے امام شاطبی کے لیے مختصر الفاظ میں عمدہ معانی نرم (آسان) کر دیے جس طرح حضرت داؤد علیہ الصلاۃ السلام کے لیے لوہے کو نرم کیا، بے شک یہ (شاطبیہ) ضرور ابو القاسم کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔"

یہ بابرکت کتاب امام شاطبی کی سب سے اہم اور سب سے مشہور تصنیف ہے، اس کا اصل نام "حرز الامانی ووجہ التھانی" ہے مگر یہ "شاطبیہ" کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ بحرِ طویل میں لام ردیف پر تقریباً پونے بارہ سو اشعار اس قصیدے میں ہیں۔ یہ جب سے لکھا گیا تب سے آج تک قراءتِ سبعہ کی معتبر ترین کتاب کے طور پر رائج ہے۔ بلا مبالغہ لاکھوں نے بلکہ کروڑوں افراد نے اس سے فائدہ حاصل کیا ہے اور مستقبل میں بھی ان شاء اللہ کریں گے۔ یہ اس قصیدے کی مقبولیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

یہ قصیدہ امام شاطبی کی ادبِ عربی میں مکمل مہارت اور زبانِ عربی پر اقتدارِ کامل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مختصر الفاظ میں آپ نے ایسے وسیع و عریض معانی سمو دیے ہیں کہ یہ قصیدہ معانی، اشارات اور لطائف و نکات کا ایک بحرِ ناپیدا کنار ہو گیا ہے۔ جب بھی کوئی ذی علم اس میں غور و فکر کرتا ہے تو معانی اور فوائد کے نئے نئے ابواب اس کا استقبال کرتے ہیں۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

"یفتح لمعاینها من معانیها فی کل حین باب، و من فوائد فوائدها ما لم یکن له فی حساب-اھ." [۱۹]

"بغور اسے دیکھنے والے کے لیے ہر وقت معانی کا ایک (نیا) باب کھلتا ہے، اور اس کے فوائد میں سے وہ فائدے حاصل ہوتے ہیں جو اس کے گمان میں بھی نہیں تھے۔"

امام قسطلانی مزید فرماتے ہیں:

"لقد روینا علن العَلَم السخاوي عن الشاطبي انه قال: لو كان في أصحابي خير أو بركة لاستنبطوا من قصيدتي هذه ما لم يخطر ببالي-انتهى- وبلغني ان بعضهم قال: انه يستنبط أو قال يستخرج منها اثنا عشر علما-اھ."[۲۰]

"ہم سے روایت بیان کی گئی ہے امام عَلَم الدین سخاوی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام شاطبی سے کہ انھوں نے فرمایا: اگر میرے اصحاب میں خیر یا برکت ہوگی تو وہ میرے اس قصیدے سے وہ چیزیں بھی مستنبط کرلیں گے جو میرے خیال میں بھی نہیں آئی ہوں گی۔ اھ۔ (امام قسطلانی فرماتے ہیں) مجھے خبر پہنچی ہے کہ بعض اہلِ علم (یا ان کے اصحاب میں سے بعض) نے کہا کہ اس (قصیدے) سے بارہ علوم کا استنباط واستخراج ہوتا ہے۔"

اللہ اکبر!!! إن الله علیٰ کلِّ شيئ قدیر.

یقیناً اللہ والوں کے کلام میں (من جانب اللہ) معانی کی وہ پہنائیاں ودیعت کر دی جاتی ہیں کہ دیکھنے والا اور خود استخراج کرنے والا دنگ رہ جاتا ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ جب اللہ والوں کے کلام میں معانی کی یہ وسعت، مفاہیم کی اتنی فراوانی اور اشارات ودقائق کی اس قدر کثرت ہے تو کلامِ الٰہی کا عالم کیا ہوگا۔!!!

اس قصیدے کی اہمیت، خصوصیت اور رفعت وعظمت کے سلسلے میں علما وائمہ نے جو کچھ کہا ہے اسے جمع کرنے کا یہ موقع نہیں، بس اتنا اشارہ کر دینا کافی ہے کہ جس نے بھی اسے ذکر کیا، اس نے اسے "بے مثال" کہا۔ بلکہ بعض نے صراحت کی کہ بڑے بڑے فصحا اور صاحبانِ بلاغت نے اسی بحر میں اسی کے جیسا قصیدہ لکھنا چاہا مگر وہ عاجز اور ناکام رہے۔

حاصل یہ کہ یہ قصیدہ بہت ہی باعظمت اور بابرکت ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ امام شاطبی کے خلوص نے اس قصیدے کو حیاتِ جاودانی عطا کر دی ہے۔ کروڑوں لوگوں کو اس سے دنیوی اور اخروی فائدے ملے جو یقیناً امام شاطبی کی بہت بڑی برکت ہے۔

زھدوتقوی: جو اتنا بلند رتبہ ولی ہو اس کے تقویٰ اور زہد و ورع کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ امام شاطبی کی اپنے وطن ہجرت کا سبب ماقبل میں ہم نے ذکر کر دیا ہے، اسی سے اندازہ لگائیں کہ وہ زہد وتقویٰ کے کتنے اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ انھوں نے زبردست فقر ومحتاجی اور اپنے آبائی وطن کی ہمیشہ کے لیے جدائی برداشت کرلی مگر حکمرانوں کی بے جا تعریف کرنا گوارا نہیں کیا۔

امام قسطلانی اپنی سند سے امام عَلَم الدین سخاوی سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین (متوفیٰ ۶۲۸ھ) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے ۵۸۰ھ میں حج کیا تو مکہ میں اہلِ مغرب کی ایک جماعت کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

"من اراد ان یصلی خلف رجل لم یعص الله قط فی صغره ولا فی کبره فلیصل خلف ابی القاسم الشاطبی." [۲۱]

جو شخص ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے جس نے کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی (یعنی کبھی گناہ نہیں کیا) نہ چھوٹی عمر میں اور نہ ہی بڑی عمر میں، تو اسے چاہیے کہ ابوالقاسم شاطبی کے پیچھے نماز پڑھے۔"

یہی امام قسطلانی امام تاج الدین ابن السبکی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

"کان الشاطبی من الصلحاء المتورعین و عباد الله المخلصین و اولیاء الله الفائزین." [۲۲]

"امام شاطبی صاحبِ ورع پرہیزگاروں، اللہ کے مخلص (منتخب) بندوں اور بلند رتبہ ولیوں میں سے تھے۔"

یہ امام شاطبی کے چند اوصاف اور کچھ احوال زندگی کا ایک مختصر تذکرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اوصاف وکمالات کے تفصیلی تذکرے کے لیے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔

ان کی شخصیت، ان کا تقویٰ وطہارت، اور ان کی علمی شان وشوکت یگانۂ روزگار تھی۔ حدیث، قراءت، لغت اور کچھ دیگر علوم میں آپ اپنے وقت کے "شیخ مصر" تھے۔ آپ کی زیارت اور دیدار کو ائمۂ حدیث نے کامیابی اور سعادت قرار دیا ہے۔ (باقی ص: ۳۷ پر)

طلاقِ ثلاثہ بل: پس منظر و پیش منظر

صابر رضا رہبر

سپریم کورٹ کے ذریعہ تین طلاق کو غیر قانونی قرار دیئے جانے کے بعد مرکزی مودی حکومت نے ایک نشست میں طلاق ثلاثہ کو مجرمانہ فعل تسلیم کرتے ہوئے باضابطہ پارلیمنٹ میں بل پیش کر دیا اور کانگریس کی در پردہ حمایت سے اسے پاس بھی کرالیا۔ مسلم خواتین کی حمایت کے نعرے کے ساتھ مرکزی حکومت نے جو بل پیش کیا اس پر سنجیدہ حلقوں میں حیرت کا اظہار نہیں کیا گیا کیوں کہ جو حکومت مسلم دشمنی پر ہی قائم ہوئی ہو اس سے کسی طرح کی ہمدردی کا تصور کرنا بڑی حماقت ہوگی مگر جس عجلت کے ساتھ اسے پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا اس پر سنجیدہ طبقہ ضرور دنگ ہے۔ بل کے تعلق سے معزز ارکان پارلیمنٹ کی آرا اور ترمیم کے مطالبات کو نہ صرف مسترد کر دیا گیا بلکہ اسے اسٹینڈنگ کمیٹی کے پاس بھیجنے کے لیے بھی حکومت آمادہ نہ ہوئی۔ طلاق ثلاثہ بل کو جب ایوان میں پیش کیا جا رہا تھا اس وقت مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کرنے والی پارٹی کانگریس کے ارکان کا رویہ انتہائی مایوس کن رہا حالاں کہ اس حوالے سے مسلم ممبران پارلیمنٹ کے کردار بھی حوصلہ افزا نظر نہیں آئے۔ اسدالدین اویسی نے انگلی کٹاکر شہیدوں میں نام درج کرانے کی ضرور سعی کی۔ مسلمانوں میں طلاق کی شرح ۰ء۳ر فیصد ہونے کے باوجود نہ جانے کیوں حکومت کو مسلم خواتین سے اتنی ہمدردی ہے حالاں کہ ایسی خواتین کی تعداد کہیں زیادہ ہیں جو بغیر طلاق دیئے بے بس ولاچار چھوڑ دی گئی ہیں۔ اس حوالے سے ملک کے جمہوری میڈیا نے بھی مداری کے اشارے پر ناچنے والے بندر کا کردار نبھایا اور ایسی خواتین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لا نکالا جو اسلام کے نظام طلاق سے نابلد ہوں۔ یہی نہیں سوشل میڈیا بھی ہندو خواتین نقاب کے پردے میں چھپ کر طلاق کے خلاف ہرزہ سرائی کرتی پکڑی گئیں یہ سب کچھ ایک منظم سازش کا حصہ تھا۔ یہی سبب تھا کہ ان چند نام و نہاد مطلقہ خواتین کی آواز کو ہندستان کی کروڑوں مسلم خواتین کی صدا تسلیم کر لی گئی حالاں کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلم خواتین نے سڑکوں پر اتر کر حکومت کی منشا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیں مگر ان کی آواز نہ تو ملک کے جمہوری میڈیا تک پہنچی اور نہ ہی مسلم خواتین کے سچے ہمدرد نریندر مودی کے پاس۔ ابھی تک بل کی مکمل تفصیلات سامنے نہیں آئی ہیں مگر جو چند باتیں عوامی نمائندگان اور میڈیا کے توسط سامنے آئی ہیں اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت نے مسلم پرسنل لاء میں مداخلت اور ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی راہ ہموار کرنے کا پہلا عملی تجربہ کر لیا ہے۔ طلاق بل پوری طرح مسلم دشمنی پر مبنی قرار دینے سے قبل اس کے کچھ نکات پر گفتگو لازمی ہے۔ بل میں طلاق ثلاثہ کو سنگین جرم کے میں زمرے میں شامل کیا گیا ہے اور اس کے مرتکب کو تین برس کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ بل میں مطلقہ کے نان ونفقہ اور باہمی ملاپ کی راہ ہموار کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ بل میں اس بدیہی امر کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ جب سپریم کورٹ کے فیصلہ کی رو سے طلاق ثلاثہ کا نفاذ ہوگا ہی نہیں تو پھر سزا کس جرم کے لیے دی جائے گی۔ حکومت سے یہ سوال پوچھا جانا چاہئے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا ہے تو اس کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو پھر سپریم کورٹ نے اسے کالعدم کیسے قرار دیدیا اور اگر تین طلاق موثر نہیں ہوگا تو پھر سزا کس جرم کی؟ اتنی موٹی سی بات بھی اگر قانون ساز اداروں کے ذمہ داروں کی سمجھ سے بالاتر ہو یہ گلے سے اترنے والی بات نہیں ہے۔ بس جب سر میں کسی خاص طبقہ کے خلاف نفرت، عصبیت اور دشمنی کا سودا سمایا ہو تو پھر اصول اور دیانت کی باتیں فضول ہوں گی۔

اگر یہ قانون نافذ ہو جاتا ہے تو طلاق کی سزا سے بچنے کے لیے لوگ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کر معلق چھوڑ دیں گے یا پھر طلاق دینے کے بعد بھی سزا سے بچنے کے لیے انکار کر بیٹھیں گے اور گناہ کے مرتکب ہوں گے کیونکہ جاہل عوام تین طلاق کے حوالے بہت کم جانتے ہیں۔ اسی طرح طلاق دینے کے بعد جب مرد جیل چلا جائے گا تو ان کے بچے اور اہل خانہ کے نان شبینہ کی ذمہ داری کس کے سر ہوگی۔ سزا یافتہ ہونے کے بعد ملزم مرد تمام سرکاری سہولیات سے محروم ہو جائے گا اور اس کے بچے

rahbarmisbahi@gmail.com

ودیگر اہل خانہ کی مشکلات بڑھ جائیں گی۔ اسلام نے تین طلاق کے بعد بھی حلالہ کے ذریعہ ہی سہی ازدواجی زندگی کو پھر سے پٹری پر لانے کا راستہ کھلا رکھا ہے مگر یہاں تو کھڑکی بھی بند کر دی گئی کیوں کہ تین کی سزا کاٹنے کے بعد کون مرد ہو گا جو اسی بیوی کو دوبارہ رکھنے پر راضی ہو گا۔ اس بل سے سماج پر کسی مثبت اثرات کے آثار تو نظر نہیں آرہے ہیں ہاں اس سخت بل کے قانونی شکل اختیار کر جانے کے بعد جیلوں میں مسلمانوں کی تعداد میں بڑھ جائے گی اور مسلم سماج کا تانا بانا بکھرنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

دراصل مرکزی حکومت نے یہ بل سپریم کورٹ کی ہدایت کے بعد بنایا ہے۔ ۲۲؍ اگست ۲۰۱۷ء کو سپریم کورٹ کی پانچ رکنی آئینی بینچ نے مسلمانوں میں رائج ایک ساتھ تین طلاقوں کو غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے کالعدم قرار دے دیا تھا۔ بینچ نے تین دو کی اکثریت سے سنائے جانے والے فیصلے میں کہا تھا کہ بیک وقت تین طلاقیں خواہ وہ بالمشافہ دی جائیں یا ای میل، واٹس ایپ یا خط کے ذریعے دی جائیں مساوی حقوق کی یقین دہانی کرانے والی ہندوستان کے آئین کی دفعہ ۱۴؍ کے منافی ہیں۔

بینچ میں شامل چیف جسٹس جے ایس کھیہر اور جسٹس عبدالنذیر نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ طلاق ثلاثہ پر چھ ماہ کے لیے پابندی عائد کر دی جائے اور حکومت اس کو نافذ کرنے کے لیے ایک قانون وضع کرے جبکہ اپنے اختلافی نوٹ میں چیف جسٹس نے کہا تھا کہ طلاق ثلاثہ چونکہ مسلم پرسنل لا کا ایک جز ہے اس لیے اسے بنیادی حق کی حیثیت حاصل ہے۔ چیف جسٹس کھیہر اور جسٹس عبدالنذیر نے سیاسی جماعتوں سے کہا کہ وہ باہمی اختلافات کو الگ رکھ کر ایک نیا قانون بنائیں جبکہ بینچ میں شامل تین ججز جسٹس جوزف کورین، جسٹس آر ایف نریمن اور جسٹس یو یو للت نے کہا کہ تین طلاقوں کے چلن کو ختم کر دینا چاہیے۔

تینوں ججوں نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ چونکہ طلاق ثلاثہ قرآن کے نظریے کے خلاف ہے اس لیے اس سے شرعی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ چیف جسٹس کی اس رائے سے اتفاق کرنا انتہائی مشکل ہے کہ طلاق ثلاثہ اسلام کا ایک حصہ ہے۔ سپریم کورٹ کی آئینی بنچ نے یہ فیصلہ ایک نشست کی تین طلاقوں کے خلاف دائر متعدّد عرضیوں پر سماعت کے بعد دیا۔

حکومت نے طلاق ثلاثہ بل کے ذریعہ جو یکساں سول کوڈ کے نفاذ اور مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کی عملی کوشش کی ہے یہ مسلم دانشوروں کی ناقص حکمت عملی اور غیر دور اندیشانہ طرز عمل کا نتیجہ ہے۔ اس میں اسلام کے بنیادی اصولوں سے ناواقف عصری تعلیم گاہوں کے روشن خیال مفکروں کا بہت بڑا رول ہے حالاں کہ انہیں یہ معلوم ہو کہ حکومت وقت کی وقتی خوشنودی کے حصول کے لیے ان کا یہ طرز عمل مسلم سماج کے لیے تباہ کن ہو گا۔ اس حوالے سے مسلم پرسنل لاء بورڈ کا کردار بھی حوصلہ افزا نہیں رہا ہے۔ مسلم پرسنل بورڈ کے ذمہ داران نے نہ صرف مایوس کن رویہ اختیار کیا بلکہ حکومت کی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کی راہیں ہموار کیں۔ حکومت کے سُر میں سُر ملاتے ہوئے طلاق ثلاثہ کے خلاف سماج میں بیداری مہم چلانے اور مبہم بیانات کی جھڑی لگانے کو ہم کیا کہیں۔ سپریم کورٹ میں اپنا موقف پیش کرنے میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کو سخت ناکامی ہاتھ لگی۔ بورڈ نے ایک غیر مسلم اور ایک مخصوص پارٹی کے سینئر لیڈر کو وکیل کے طور پر سپریم کورٹ میں اسلام کے نظام طلاق کی تفہیم کے لیے پیش کیا جس نے روز روشن کی طرح عیاں طلاق کے نظام کو عقیدت سے جوڑتے ہوئے اسے ایک مافوق الفطرت قانون کی شکل میں پیش کر دیا جس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ بل کو ابھی راجیہ سبھا میں پیش کیا جانا باقی ہے حالاں کہ وہاں بھی کانگریس کی مہربانی سے بل کے پاس ہونے کے امکانات روشن ہیں۔ پھر اگر حکمت عملی کے تحت صدائے احتجاج بلند کی گئی تو شاید بات بن جائے ویسے ہی جیسے شاہ بانو کیس کے حوالے سے ہندستانی مسلمانوں نے اپنا کردار نبھایا تھا مگر اس معاملہ میں ایسا چٹانی اتحاد کی توقع نہیں کی جاسکتی کیوں کہ خود مسلمانوں کے درمیان ایک نشست میں تین طلاق کے جواز و عدم جواز کے حوالے سے کئی ذہنیت موجود ہیں جن کا ایک پلیٹ فارم پر موجود ہونا کسی کرامت سے کم نہیں ہو گا۔ جہاں تک اس بل سے مسلم سماج پر منفی و مثبت اثرات کا سوال ہے تو جو لوگ شریعت پر یقین کامل رکھتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہیں ان کے لیے یہ بل کسی نفع و نقصان کا باعث نہیں ہو سکتا ہاں جو لوگ شرعی قوانین سے انحراف کرتے ہوئے عصری عدالتوں کے ذریعہ اپنی نجی زندگی کے مسائل سلجھانے پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے یہ بل کسی عذاب سے کم نہیں۔ ایسے ہی افراد کے سبب پارلیمنٹ یہ بل پیش ہوا اور پاس بھی ہوا۔

—✻—✻—✻—

فکر و نظر

ملفوظات صوفیہ

ایک گراں قدر علمی وادبی سرمایہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں ۔ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں ۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔از: مبارک حسین مصباحی

جون ۲۰۱۸ء کا عنوان	وراثت میں لڑکیوں کا حصہ: ایک مثبت جائزہ
جولائی ۲۰۱۸ء کا عنوان	سوشل میڈیا کے بڑھتے رجحانات: اثرات ونتائج

ملفوظاتِ صوفیہ کی علمی وادبی حیثیت

از: **محمد طفیل احمد مصباحی**، سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

عربی وفارسی اور اردو زبان میں صوفیاے کرام کے "ملفوظات عالیہ" کا وقیع سرمایہ موجود ہے۔ یہ ملفوظات اسلامی تعلیمات اور پاکیزہ افکار ونظریات پر مشتمل ہونے کے علاوہ علوم وفنون اور حقائق ومعارف کا ایک بیش قیمت خزانہ بھی ہیں۔ نثری ادب میں اولیاے کرام اور مشائخ عظام کے مکتوبات و ملفوظات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ دعوت و تبلیغ اور زبان و ادب کے فروغ و ارتقامیں ان مکتوبات و ملفوظات نے نمایاں کردار ادا کیے ہیں۔ اس حقیقت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ اردو کی نشو ونما اور اس کی ابتدائی تعمیر وتشکیل جن شخصیات کے ہاتھوں ہوئی، وہ صوفیاے کرام کی مقدس جماعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کی ابتدائی کتابیں زیادہ تر صوفیاے کرام کی لکھی ہوئی ہیں۔ آج ہم جس زبان کو اردو کہتے ہیں، اس کے ابتدائی فقرے اور نمونے صوفیاے کرام کے یہاں ہی ملتے ہیں۔ معراج العاشقین (مصنف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) اور شیخ بہاء الدین باجن (جو اردو کے سب سے پہلے ادیب کہے جاتے ہیں) کی کتاب "خزائن رحمت اللہ" کا شمار اردو کی ابتدائی کتابوں میں ہوتا ہے۔ ہند وپاک کے طول وعرض میں آباد صوفیاے کرام نے مقامی بولیوں میں تبلیغ فرمائی۔ عوام کے ذوق و وجدان اور ان کے درمیان مروج بھاشاؤں میں اسلامی احکام و تعلیمات کی اشاعت کی۔ اپنے خلفا ومریدین کی جو دور دراز مقامات میں آباد تھے، مکتوبات کے ذریعہ تربیت واصلاح فرمائی اور اپنے قریب رہنے والے مریدوں کو اپنے پاکیزہ کلمات و ارشادات سے نوازا اور اپنے ملفوظات عالیہ سے عوام وخواص کے ظاہر وباطن کی اصلاح فرمائی۔

اولیاے کرام و صوفیاے عظام کی تعلیمات و ارشادات جو ہم تک پہنچے ہیں، ان کی چار قسمیں ہیں:

(۱)- مستقل تصانیف (۲)- خطبات کا مجموعہ (۳)- مکتوبات (۴)- ملفوظات

اردو زبان وادب کی نشو ونما میں جن عظیم المرتبت اولیا ومشائخ نے نمایاں کام انجام دیے ہیں اور جن کی تعلیمات کے مجموعے مکتوبات و ملفوظات کی شکل میں موجود ہیں، ان کے اسماے گرامی یہ ہیں:

[۱]- حضرت خواجہ معین الدین چشتی- [۲]- خواجہ فرید الدین گنج شکر- [۳]- شیخ حمید الدین ناگوری- [۴]- حضرت بو علی قلندر شاہ [۵]- شیخ نظام الدین اولیا- [۶]- حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری- [۷]- شیخ سراج الدین اخی عثمان- [۸]- امیر خسرو-

[۹]- شاہ برہان الدین غریب-[۱۰]-شیخ بندہ نواز گیسو دراز-[۱۱]-حضرت سید محمد جون پوری-[۱۲]-شیخ بہاء الدین باجن-[۱۳]-شیخ عبد القدوس گنگوہی-[۱۴]-شیخ وجیہ الدین علوی-[۱۵]-شیخ بہاء الدین برناوی-[۱۶]-سید شاہ ہاشم علوی-[۱۷]-شاہ برہان الدین جانم-[۱۸]-شاہ امین الدین اعلیٰ- [۱۹]-شاہ علی محمد جیو گام دھنی-[۲۰]-میاں خوب محمد چشتی وغیرہم۔

اردو زبان کی ترویج واشاعت کے علاوہ دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کے حوالے سے صوفیاے کرام کی وقیع خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ نے بندگانِ خدا کی ہدایت و اصلاح کے لیے جو علمی، ادبی، مذہبی کارنامے انجام دیے ہیں، انھیں تاریخ کبھی بھلا نہیں سکتی۔ ان کے گراں قدر کتب ورسائل علوم ومعارف کا گنجینہ اور زبان و ادب کا بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ صوفیاے کرام نے دعوت و تبلیغ اور اصلاحِ امت کے لیے جہاں زبان کا سہارا لیا، وہیں تحریر وقلم کا بھی استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں آج کتبِ تصوف کا عظیم سرمایہ موجود ہے۔ ”صوفی ادب“ ایک مستقل عنوان ہے جس پر تفصیل سے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور صوفی ادب کی علمی، ادبی اور صنفی حیثیت متعیّن کی جا سکتی ہے۔

صوفیاے کرام کی علمی وادبی اور لسانی خدمات میں ”ملفوظات“ کو ایک نمایاں ترین مقام حاصل ہے۔ ملفوظاتِ صوفیہ کی اہمیت ومعنویت کا اندازہ لگانے کے لیے یہی امر کافی ہے کہ اردو کے نثری اصناف میں ناول، افسانہ، انشائیہ، خطوط، تذکرہ وسوانح کے علاوہ ”ملفوظات“ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ تاریخ ادب اردو، مرتبہ گیان چند/سیدہ جعفر صاحبہ کا یہ معلوماتی اقتباس ملاحظہ کریں کہ ان کے مرتبین نے ملفوظاتِ صوفیہ کو اردو کی نثری اصناف میں پہلے نمبر پر رکھا ہے۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

”صوفیہ اور اولیا کی زبان سے جو فقرے اور جملے نکلتے ہیں، انھیں ”ملفوظات“ کہتے ہیں۔ ”ملفوظہ“ میں ان کے ہادی حضرت سید محمد جون پوری کے اقوال کو ”فراحین“ کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے... واضح ہو کہ جب اردو میں نثر کے رسالے اور کتابیں ملنے لگیں تو اردو نثر کی تاریخ میں ”ملفوظات“ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جن بزرگوں کی جامع نثری تحریریں ملتی ہیں، ان کے منتشر ملفوظات کو بھی تاریخ ادب میں جگہ دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس طرح ملفوظات کی ادبی اہمیت قطعی نہیں، (ہاں) ان کی اہمیت اردو کے لسانی مطالعے کے لیے نیز اردو نثر کی خشتِ اول کے طور پر ہے۔“

(تاریخ ادب اردو، ج:۵، ص:۴۰۱، و۴۰۳، قومی کونسل، دہلی)

پروفیسر گیان چند اور سیدہ جعفر نے اگرچہ ملفوظات کی ادبی اہمیت کا اعتراف نہیں کیا ہے، جسے ہم ان کی ذاتی رائے پر محمول کر سکتے ہیں، لیکن ان ملفوظات کو اردو کے لسانی مطالعے اور اردو نثر کی خشتِ اول کے طور پر ان کی اہمیت ومعنویت کا اعتراف ضرور کیا ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ملفوظاتِ صوفیہ کی علمی وادبی ولسانی اہمیت وعظمت مسلم ہے۔ ملفوظاتِ صوفیہ کی اسی علمی وادبی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لیے اردو کے مایۂ ناز ادیب ومحقق مولوی عبد الحق نے ”اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیہ کرام کا کام“ نامی کتاب لکھی ہے۔

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر علیہ الرحمہ کا تعلق پانچویں صدی ہجری سے ہے۔ دنیاے تصوف میں آپ پہلے شیخ طریقت ہیں جن کے ارشادات کو ”ملفوظات“ کی شکل میں جمع کیا گیا۔ آپ کے ان ملفوظات کو آپ کے نبیرہ شیخ کمال الدین محمد بن ابی روح اللہ علیہ الرحمہ نے مرتب و مدوّن کیا اور ان کا نام ”سخنانِ ابو سعید ابو الخیر“ رکھا۔ اس کتاب کا باب چہارم ”ملفوظات شیخ“ پر مبنی ہے۔ اور یہی دو ابواب در حقیقت ”ملفوظات“ کا نقطۂ آغاز ہیں۔ اردو زبان میں ملفوظات کے تراجم زیادہ تر عربی وفارسی سے ہوئے ہیں اور آج اردو میں ”ملفوظات“ کا عظیم سرمایہ موجود ہے۔ علامہ شمس بریلوی نے ”ملفوظات مولانا روم“ کے مقدمہ میں ۲۱/ ملفوظات کا تذکرہ کیا ہے اور ”الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند“ میں اکیاون (۵۱) ملفوظاتِ صوفیہ کی ایک لمبی فہرست پیش کی گئی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے چند ملفوظات اور ان کے مصنفین کے اسما ملاحظہ فرمائیں:

(۱)-انیس الارواح (ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ)-(۲)- دلیل العارفین (ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ)-(۳)-اسرار الاولیاء (ملفوظات حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ)-(۴)-سرّ الصدور (ملفوظات حضرت شیخ عبد الحمید ناگوری علیہ الرحمہ)-(۵)- کنوز الفوائد (ملفوظات حضرت شیخ صدر الدین محمد بن زکریا ملتانی علیہ الرحمہ)-(۶)-فوائد الفواد (ملفوظات حضرت شیخ نظام الدین اولیا

دہلوی علیہ الرحمہ)-(۷)-**نفائس الانفاس** (ملفوظات حضرت شیخ برہان الدین غریب علیہ الرحمہ)-(۸)- **خیر المجالس** (ملفوظات حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمہ)-(۹)- **جوامع الکلم** (ملفوظات حضرت شیخ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ)-(۱۰)-**فوائد رکنی** (ملفوظات سلطان المحققین حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مخدوم بہار علیہ الرحمہ)-(۱۱)- **معدن المعانی** (ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ)-(۱۲)- **لطائف المعانی** (ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ)-(۱۳)-**مخ المعانی** (ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ)-(۱۴)-**خوانِ پر نعمت** (ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ)- (۱۵)- **زاد المفقیر** (ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ)-(۱۶)- **خزینۃ الفوائد** (حضرت شیخ جلال الدین حسینی بخاری علیہ الرحمہ)-(۱۷)-**لطائف اشرفی** (حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ)-(۱۸)- **گنج لا یخفیٰ** (حضرت شیخ ملا حسین بن معز الدین بلخی بہاری علیہ الرحمہ)-(۱۹)-**رفیق العارفین** (حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری علیہ الرحمہ)-(۲۰)- **مقاماتِ خضرویہ** (ملفوظات حضرت شیخ دانیال بن حسن خضری علیہ الرحمہ)(اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، ص:۳۰۴-۳۰۶)

مندرجہ بالا ملفوظات تصوف و معرفت کے مسائل و موضوعات پر مشتمل ہیں۔ اور تصوف چوں کہ اتباعِ شریعت کا نام ہے، اس لیے ان تمام ملفوظات میں قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ کی روشنی میں اتباعِ شریعت کی تعلیم دی گئی ہے اور بندگانِ خدا کو شریعت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جناب شمس بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"ان تمام گراں قدر و گراں مایہ "ملفوظات" میں سب سے زیادہ زور اتباعِ شریعت پر دیا گیا ہے... شیوخِ طریقت کی تصنیفات، ان کے گراں قدر ملفوظات میں اولیت اسی موضوعِ اتباعِ شریعت کو حاصل ہے۔ اور معرفت و طریقت کا یہی پہلا سبق ہے.... اب میں آپ کے سامنے دنیائے طریقت و معرفت کے موضوعات کو پیش کر رہا ہوں جو عموماً تمام "ملفوظات" میں مشترک ہیں اور وہ یہ ہیں: ذکرِ الٰہی، محبتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، اتباعِ سرورِ کونین علیہ السلام، آدابِ شریعت اور ان کا پاس و لحاظ، آدابِ صحبت، عبادت اور اس کی فضیلت، ذکر میں مصروفیت و محویت، اوراد، علم و ادب، علومِ دینی کی تکمیل، حسنِ اخلاق، خدمتِ خلق، معرفتِ نفس، تقویٰ، خشیتِ الٰہی، زہد و ورع، صبر و شکر اور توکل وغیرہ۔" (ملفوظات مولانا روم، مقدمہ، ص:۳۳،۳۴، دہلی)

صوفیائے کرام و مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے خطبات اور مکتوبات و ملفوظات کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کی عظیم الشان خدمات انجام دیں اور فکر و ذہن کی دنیا میں عظیم انقلاب برپا کیا۔ ان کی زبانِ فیض ترجمان سے صادر ہونے والے ایک ایک فقرے اور جملے نے انسان کی قسمت بدل ڈالی اور اسے حیوانیت کی شاہراہ سے اٹھا کر انسانیت کے بلند ترین مقام پر فائز کر دیا۔ شراب و کباب کے عادی بندگانِ خدا کو ذکر و فکر اور تقویٰ و طہارت کا پیکر اور وقت کا ولیِ کامل بنا دیا۔ صوفیائے کرام کی تصانیف، اقوال و ارشادات اور مکتوبات و ملفوظات کو ہر دور میں امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ لوگ آج بھی صوفیائے کرام کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اصلاح و ہدایت، تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن کا سامان مہیا کرتے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کو سجاتے اور سنوارتے ہیں۔

اردو کا قدیم و جدید علمی و ادبی سرمایہ صوفیائے کرام کے کتب و رسائل بلفظِ دیگر "صوفی ادب" سے گراں بار ہے۔ صوفی ادب میں "ملفوظاتِ صوفیہ" متعدد جہت سے اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ زبان و ادب کا وقیع اور بیش قیمت خزانہ ہونے کے ساتھ علوم و فنون اور حقائق و معارف کا ایک آئینۂ حق نما بھی ہے۔ ان ملفوظات میں اگرچہ تصوف کے مسائل و مباحث زیادہ ہیں، لیکن ان کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی جلوہ ریزیاں بھی ان میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

ملفوظاتِ صوفیہ پر مشتمل کتب و رسائل کی فہرست گذشتہ صفحہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان تمام کتبِ ملفوظات پر روشنی ڈالنا یہاں ممکن نہیں۔ راقم اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سلطان المحققین، مخدومِ بہار حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا چھ کتبِ ملفوظات میں سے صرف ایک کتاب "معدن المعانی" کا یہاں ذکر کرنا چاہتا ہے۔

یہ کتاب کیا ہے؟ گویا اسمِ بامسمیٰ ہے۔ حضرت مخدوم بہاری علیہ

الرحمہ نے اس کتاب میں علوم و معارف کے دریا بہا دیے ہیں۔آپ نے علم تفسیر، علم حدیث، اصولِ حدیث، علم کلام، اسماے رجال، تجوید وقراءت، فلسفہ و منطق، فقہ واصول فقہ اور تصوف کے مسائل و مباحث پر جو عالمانہ و محققانہ بحث فرمائی ہے، مطالعہ کر کے روح جھوم اٹھتی ہے۔دیگر ملفوظاتِ صوفیہ میں بھی علوم و فنون اور حقائق و دقائق کے یہی مناظر آپ کو دیکھنے کو ملیں گے۔لہٰذا ملفوظاتِ صوفیہ کو ایک گراں قدر علمی و ادبی اور تحقیقی سرمایہ تسلیم کرنے کے ساتھ انھیں مطالعہ کرنے اور زیادہ سے زیادہ انھیں عام و تام کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ کرے کہ کوئی اسکالر اور محقق سامنے آئے اور ملفوظاتِ صوفیہ کو تحقیق و ریسرچ کا موضوع بنا کر ان کی قرار واقعی حیثیت سے اہلِ جہاں کو متعارف کرائے۔

☆☆☆

ملفوظات صوفیہ اردو ادب کا گراں مایہ سرمایہ

از: محمد عارف حسین مصباحی، mdah.misbahi@gmail.com

شریعت مصطفوی کے احکام کو انتہائی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بجالانے اور اطاعت وفرمانبرداری میں خدا کی محبت اور اس کے خوف کی روح بھر دینے ہی کا نام صحیح معنوں میں تصوف ہے۔ یہ لفظ "صوف" سے بنا ہے جس کے معنیٰ موٹا اون کے ہیں۔لباس صوف پہننے والے کو بھی صوفی کہا جاتا ہے۔حقیقت میں صوفیہ کرام اعمال ظاہری کے ساتھ باطنی اخلاق و محاسن پر بھی نگاہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک اصل زندگی داخلی اور روحانی اصلاح ہے۔ ان کے نزدیک تصوف کی بنیاد آداب شریعت کی پابندی حرام اور مشتبہ چیزوں سے دست کشی، ناجائز واوہام اور خیالات سے حواس کو آلودہ نہ کرنے اور غفلتوں سے کنارہ کشی کر کے یاد الٰہی میں زندگی کے قیمتی لمحات بسر کرنے اور اور تمام موجودات کے آئینوں میں جلوۂ حق کا مشاہدہ کرنے میں ہے اسی پس منظر میں صوفیا کرام کی باکمال ذات نے خلق خدا کو اس کے حقیقی رب عز و جل سے جوڑنے کی سعی کی اور خدمت خلق ، انسان دوستی، عشق حقیقی کے جذبے سے معمور، بندگان خدا کو خلوص و محبت اور بھائی چارگی کا پیغام دینے کے لیے روز مرہ کی زبانوں کا استعمال کیا اور ان زبانوں میں فارسی، ہندی کے ساتھ ہی اردو ملفوظات کا بھی استعمال کیا جنھیں ہم ملفوظات کی شکل میں دیگر زبانوں کے ساتھ اردو زبان میں بھی موجود پاتے ہیں صوفیہ کرام کے اقوال و ارشادات خواہ وہ " ملفوظات " کی شکل میں ہو یا "مکتوبات " کی صورت میں، محاورات کی شکل میں زبان زد ہوں یا ان کے وعظ و ارشادات نصائح، فقرے اور صوفیانہ شعرو شاعری وغیرہ پر مشتمل مستقلاً کتابی شکل میں ہوں بلاشبہ اردو زبان وادب کا وہ ایک ناقابل فراموش گراں قدرہ سرمایہ ہے۔

(ماخوذ اردو زبان وادب (بی اے سال اول)

لیکن اردو زبان و بیان کا سرمایہ بننے میں ملفوظات کو خصوصی اہمیت اس لیے بھی حاصل ہے کہ ملفوظات صوفیہ کی حیثیت ایک سوانح اور بکھرے ہوئے شہ پاروں کی مانند ہوتی ہے اس میں کسی عظیم بزرگ کے سوانح واذکار، تعلیمات ونظریات، پند ونصائح اور علمی جواہر پاروں کو جمع کیا جاتا ہے صوفیا کرام کے ملفوظات گویا لب ہائے نازنیں سے نکلے ہوئے کلمات قدسی تھے جو عام لوگوں کے ہزاروں وعظ و تذکیر سے افضل تھے۔ جسے فیض یافتہ تلامذہ، صحبت یافتہ اخلاف اہل ارادت اور حاضر باش جو اپنے مرشد گرامی یا اپنے اساتذہ ذوی الاحترام سے اقوال وگفتار، تعلیمات و مواعظ، فقرے کو جس طرح سنا اسی طرح اسے محفوظ رکھنے اور قلم بند کرنے کی سعی بلیغ کی۔ہندوستان میں ملفوظ کی ابتدا حضرت امیر حسن علامہ سنجری کے مرتبہ ملفوظات حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی "فوائد الفواد" سے ہوتی ہے صاحب سیرا لاولیا نے لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو اپنی تمام تصانیف اس ملفوظ کے بدلے دینے کے لیے تیار تھے۔شیخ الاولیا حضرت نظام الدین کے روحانی فیوض و برکات سے ہندوستان کی مختلف خانقاہوں میں ملفوظات نویسی کا آغاز ہو گیا۔(ملخص از الملفوظ اعلیٰ حضرت)۔

۱۲۰۰ء۱۷۰۰-ء کے دوران شمالی ہند میں جو ادبی لسانی سرمایہ دستیاب ہوا ان میں صوفیائے کرام کے ملفوظات ہیں جو مختلف

تذکروں میں بکھرے ہوئے ہیں جنہیں مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب ”اردو کی نشو نما میں صوفیائے کرام کا کام“ (علی گڑھ۔ انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۶۸) میں یکجا کیا۔ ان فقرے اور ملفوظات پر تبصرہ کیے بغیر چند مثالیں ذیل میں حاضر ہیں۔

شیخ فرید الدین گنج شکر (۱۲۶۵۔ ۱۱۷۳) کے فقرے ”پونوں کا چاند بھی بالا ہے“ ”آنکھ آئی ہے“ ان کے دو شعر ملاحظہ ہوں

وقت سحر وقت مناجات ہے
خیز دراں وقت کہ برکات ہے
عشق کا رموز نیارا ہے
جز مدد پیر کے نہ چارا ہے

شیخ شرف الدین بو علی قلندر (متوفی ۱۳۲۳) کا ایک شعر ملاحظہ کریں:

سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روئے
دھنا ایسی رین کر بھور کدھی نہ ہوئے

شیخ شرف الدین بو علی قلندر حضرت امیر خسرو کے ہم عصر تھے انہوں نے ایک موقع پر امیر خسرو سے مخاطب ہو کر یہ جملہ کہا:

”تو سب کا کچھ سمجھ دا“۔

شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری (متوفی ۱۳۸۰) سے منسوب فقروں میں یہ شامل ہیں:

” دیس بھلا پرو ور“ ”باٹ بھلی برسا نہ کرے“ ”اب لک دن برے گئے اب سکھ ہوئے“ ”جو من کا منسا سوئی ہووئے“

امیر خسرو (۱۲۵۲-۱۳۲۵ء) کی اردو اور فارسی شاعری اور ملفوظات کے بعد شمالی ہند میں پورے تین سو سال تک سناٹا چھایا رہا اس طویل خاموشی کے بعد سترھویں صدی کے اوائل میں پھر سے ادبی شعور کی روح بیدار ہوئی جس کی بنیاد میں ”صوفیائے کرام کا اردو زبان و ادب کی خدمات“ اہم ذریعہ اور سبب بنیں۔

(ملخص: اردو زبان و ادب، بی اے سال اول)۔

علاؤ الدین خلجی اور محمد تغلق کے زمانے میں معاشرتی اور سیاسی سطح پر ترک باشندوں نے مقامی زبانوں کو اپنے بول چال میں شامل کیا اس طرح ابلاغ و ترسیل کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی۔ شاہان وقت کے ہمراہ صوفیا اور علما زبان کا سرمایہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ لسانی سطح پر مقامی زبانوں کے میل ملاپ نے اردو زبان و ادب کو جنم دیا جسے ہم ادب کا قدیم سرمایہ تصور کرتے ہیں۔ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز (۱۴۲۲۔۱۳۲۱) اسی عہد میں رشد و ہدایت، تفسیر حدیث اور سلوک کے درس و تدریس، اور ماتحتوں کے ساتھ عدل و انصاف کے قیام پر بڑا زور دیا اس حوالے سے آپ کے ملفوظات، محفل سماع میں گائے جانے والے سہیلے، چکی نامے، اور غزلیں بھی دستیاب ہیں۔ میراں جی شمس العشاق (۹۹۴ - ۹۰۲ یا ۹۰۴) جن کا سلسلہء خلافت دو واسطوں سے بندہ نواز تک پہونچتا ہے آپ نے چھ مثنویاں شہادت الحق یا شہادت الحقیقت، خوش نامہ خوش نغز، شہادت نامہ، مغز مرغوب اور وصیت النور لکھے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز کے صاحب زادے اکبر حسینی کی علم او ادب سے وابستگی نے اردو زبان و ادب کو پروان چڑھانے، اس کے خد و خال متعیّن کرنے اور اس کی نوک پلک درست کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شمس العشاق نے مقصدیت میں ڈوبا ہوا صوفیانہ افکار و خیالات و ملفوظات کی تشریح و توضیح کے لیے سادہ اور براہ راست انداز بیان اختیار کیا۔ (ملخص از ماخذ سابق)

فخر الدین نظامی بیدری کی مثنوی ”پدم راؤ کدم راؤ“ کا مطالعہ لسانی ارتقا کی منزل کا پتہ دیتا ہے جہاں زبان ترقی کے زینے طی کر رہی تھی اور ادبی زبان کے معیار کی طرف گامزن ہو چکی تھی اور اپنے لفظی سرمایہ کو وسیع سے وسع کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ نظامی نے اسلوب اور پیرایہ ترسیل کو موثر بنانے اور اس کی معنویت میں اضافہ کرنے کے لیے ملفوظات، کہاوتوں اور محاوروں سے بھی مدد لی ہے۔ یہ مثنوی ۱۴۲۱-۲۲ تا-۱۴۳۴-۳۵) کے درمیان کی تصنیف ہے پندھرویں صدی عیسوی کے نصف اول سے گجرات کے بزرگوں کے جو اقوال، ملفوظات اور فقرے ملتے ہیں مثلاً قطب عالم (متوفی ۱۴۵۳ء) کا فقرہ ہے کہ ”کیا ہے لوہ ہے کہ لکڑ ہے کہ پتھر“ آپ کے فرزند شاہ عالم (۸۸۸ھ ۱۴۸۳ء) کا فقرہ ہے کہ ”بکروٹے بدل بکروٹا یا“ ”پڑھ دو کرے“۔ شیخ بہاء الدین باجن احمد آبادی (۹۱۲ھ ۱۴۰۶) کی کتاب ”خزائن رحمت اللہ“ میں ان کا اردو شعر ملتا ہے۔ باجن کی ایک مثنوی ”جنگ نامہ پیشواز و ساری“ جو ۱۲۱۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ قاضی محمود دریائی نے جکریاں یادگار چھوڑی ہیں دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

جاگ پیاری اب کیا سوئے
رین کمیٹی تیوں دن کھودے
باچ نہ پالے اپنے پیو کیوں پتیاوے
تیرے چرنوں کیری محمود وارن جائے

(ملخص از ماخذ سابق)

صوفیاکرام نے رشد وہدایت کے لیے تصوف کے رموز واسرار کی وضاحت کو زیادہ موزوں اور مناسب سمجھا اور اسی پر اپنی تصنیف و تالیف کی عمارت کھڑی کی وہ تمام علامتیں جو صوفیائے نے معرفت کے منازل اور مراحل کے اظہار کے لئے واضع کی تھی اردو غزل میں صوفی شعرا اور غیر صوفی شعرا سبھی استعمال کرنے لگے یہ لفظ استعارے غزل کا لازمی جزبن گئے۔جیسے شراب، شاقی،ساگر۔ وغیرہ چنانچہ ان کی شعری الفاظ کی ضرورت شعری کے مطابق موڑ توڑ لیاجاتا تھا۔کہیں کسی حرف کو گراکر پڑھنے سے وزن کا سراملِ جاتا ہے اور کہیں سکتے کو دور کرنے کے لئے آواز کے کھینچ کر پڑھنا پڑتا ہے۔ قافیوں کی بھی کوئی خاص اصول کی پابندی ان کے ہاں اکثر مفقود ہے۔ قافیے میں صرف آواز کا خیال رکھتے۔لفظ جیسے بولا جاتا ویسا ہی تحریر میں لے آتے جیسے شروع کو شرو اور صحیح کو سہی لکھ دیتے۔اور ان ملفوظات کا عوام سے چونکہ گہرا تعلق تھا اس لیے اس زبان کو صوفیا نے اخلاق کا ذریعہ بنایا یہ زبان اس وقت عوام میں رائج تھی لیکن فارسی کی قدر و منزلت تک نہیں پہنچ سکی تھی۔اس عہد میں ان عروضی اصولوں کی بھی سختی سے پابندی ممکن نہ تھی۔اس لیے ردیف و قوافی میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔اکثر ردیفوں میں ’’س‘‘ اور ’’ص‘‘ اور ’’ط‘‘ اور ’’ت‘‘ اور ’’ا‘‘اور ’’ک‘‘ اور ’’ق‘‘ کو ایک ہی صوتیے(PHONEME)ضرورت شعری کے لحاظ سے ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن بنادیا گیا ہے اور اسے طرح سادہ الفاظ کو مشدد اور مشدد کو سادہ الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ادب کے اس ابتدائی دور میں نثر اور شعرا کے کے اعلیٰ ترین نمونوں کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے ادبی زبان کا عہد طفولیت تھا اس لیے اس میں منجھی ہوئی زبان اور نکھرے ہوئے اسلوب کی مثال نہیں ملتی اردو زبان وادب میں رچاؤ اور پختگی تشکیلی دور آغاز سے نہیں دور ترقی کی پیداوار ہوتی ہے جو اٹھارویں صدی سے شروع ہوئی اور تھے عہد بلوغیت سے تعلق اور اس طرح بعد بعد ملفوظات نے کیوں کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے کے مصداق آج بھی اس کی اہمیت اور انفرادیت مسلم ہے۔(ملخص از ماخذ سابق)

حاصل گفتگو یہ ہے اردو زبان وادب کی نشونما اور تخلیق،صوفیاکرام کی مرہون منت ہے اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں ان کی خدمات مسلم ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کی نگاہ میں شاید زبان کی تبلیغ کے بجائے انہیں اپنی دینی اور ملی تعلیمی تبلیغی مقاصد پیش نظر رہے ہوں جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے ملفوظات اور تعلیمات ایسی زبان میں پہنچائے جسے عوام سمجھ سکے۔انہوں نے اپنی تعلیمات اور ملفوظات کو کبھی نظم اور نثر میں پیش کیا تو کبھی تقریب فہم کے لئے فقرے اور مثنوی وغیرہ پیش کئے جو اردو کے نقوش کے اولین ابتدائی نمونے ثابت ہوئے۔یہ فقرے اور ملفوظات اردو زبان وادب کے فروغ میں معاون ثابت ہوئے صوفیا کرام عوام سے اپنی روز مرہ ضرورتوں میں گفتگو کرتے تھے وہ مقامی بولیوں کو استعمال کرتے تھے ہندوستانی مقامی زبانوں اور بولیوں کو بادشاہوں کے دربار میں اتنی سرپرستی اور حوصلہ افزائی نہیں ملی جتنی بزرگوں کی خانقاہوں سے ان کے ملفوظات کی شکل میں حاصل ہوئی۔ امرا اور بادشاہوں کو میل جول کی وہ ضرورت نہیں تھی جو ان بزرگوں کو تھی اور ادنی ترین سطح کے عوام سے سیدھے اور حقیقی رابطے کا ہی یہ ثمرہ تھا کہ زبان کا وہ عوامی کینڈا تیار ہو گیا جس پر آئندہ زمانے میں اردو زبان اور روز مرہ کی عمارت استوار ہوئی اور آج اردو زبان تہذیب و تمدن کی شائستگی و شیفتگی سے بھرپور،امن وآشتی سے معمور اور باہمی اتحاد و یکجہتی کی علامت ہے جو محض ایک زبان ہی کی حیثیت سے متعارف نہیں بلکہ اب کروڑوں ہندوستانیوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے۔زبان و بیان سلاست و شیفتگی،بدائع و صنائع کے اس عالی مقام و منصب تک پہنچنے میں جہاں اردو زبان و بیان کے ماہرین غالب،اقبال،داغ دہلوی، امام احمد رضا بریلوی،اور حسن رضا بریلوی وغیرہ جیسے ماہرین علم وفن شعر احضرات کی خوش فکر اور عمدہ اسلوب پر مشتمل شعر و شاعری کے عظیم شہ پارے مدد و معاون ثابت ہوئے وہیں ملفوظات صوفیا نے بھی اردو ادب کے فروغ میں خشت اول کی حیثیت سے اردو کے فروغ وارتقا اور اس کے نشونما میں نمایاں کردار ادا کیا۔

☆☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب	:	**فتاویٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور [جلد پنجم]**
تصنیف	:	شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی
ترتیب	:	مفتی محمد نسیم مصباحی
تحقیق وتخریج	:	مفتی محمود علی مشاہدی
صفحات	:	۸۱۲ اشاعت : فروری ۲۰۱۸ء
ناشر	:	مجلس فقہی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
قیمت	:	۳۵۰ روپے
تبصرہ نگار	:	توفیق احسنؔ برکاتی [جامعہ اشرفیہ]

فقہ اسلامی کا آغاز قرآن مجید کی پہلی وحی کے وقت نزول سے ہوتا ہے جو دیگر اسلامی علوم کی مانند دوسری صدی ہجری میں ایک مضبوط شجر بن جاتا ہے۔ محققین نے فقہ اسلامی کو ترقی کے چار ادوار میں تقسیم کیا ہے ، دورِ اول عہد رسالت ہے ، دورِ ثانی جو فقہ کا اتفاقی عہد کہلاتا ہے ، خلفاے اربعہ سے گزرتا ہوا عہد اموی میں فروکش ہوجاتا ہے اور اس کا دورِ ثالث دوسری اور تیسری صدی ہجری کو محیط ہے ، اسی دور میں فقہ کے چار دبستان حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وجود میں آئے، اس کے بعد ہی فقہ اسلامی کا دورِ رابع شروع ہوتا ہے جو آج تک جاری ہے۔ فقہ وفتاویٰ کی دنیا کافی وسیع ہے جو براہ راست صاحبانِ اجتہادو استنباط سے کسب فیض کرتی ہے اور فتویٰ نویسی کا سلسلہ زمانہ صحابہ سے جاملتا ہے ، جو تابعین کے دوراخیر اور تبع تابعین کے دور اول میں بالکل شباب پر پہنچ جاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مجلس شوریٰ نے باقاعدہ اسے عروج بخشا اور ان کے تلامذہ و مستفیدین نے مختلف علمی وفقہی مراکز میں اس منصب جلیل کو سند اعتبار عطا کیا، حرمین طیبین کے علاوہ کوفہ، بصرہ، شام و یمن میں فقہ وفتاویٰ کی مسند بچھی اور یہ سلسلہ دنیا کے مختلف خطوں میں دراز ہوتا گیا۔ غیر منقسم ہندوستان میں خانوادہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، درسگاہ خیر آباد، رام پور، جون پور، فرنگی محل لکھنؤ، سندھ، گجرات، لاہور اور بریلی میں دارالافتا قائم ہوئے اور منتخب مفتیان کرام فتویٰ نویسی پر مامور ہوئے۔ عہد وسطیٰ میں بھی یہ منصب جلیل محتاط رو علما و فقہا کو سونپا گیا اور انھیں اس کے علاوہ فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیائی مجموعہ تیار کرنے کا ذمہ دیا گیا جس کے نتیجے میں پچاس سے زائد علماے ہند کی مشترکہ کاوشوں سے ”فتاویٰ ہندیہ“ کا مستند مجموعہ منظر عام پر آیا اور آج تک اس کی شہرت واہمیت باقی ہے۔ اصول فقہ میں ”مسلم الثبوت“ اور اس کی شرح” فواتح الرحموت“ ، نیز ”نورالانوار“ جیسی تالیفات منظر عام پر آئیں جو پوری دنیا میں ایک اہم نصابی ضرورت کی تکمیل کر رہی ہیں اور تشنگانِ علوم ان کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی کے ہندوستان میں اسلامی علوم کے تین اہم مراکز تسلیم کیے جاتے ہیں، دہلی، لکھنؤ اور خیر آباد۔ بیسویں صدی آتے آتے اس میں بریلی کا اضافہ ہوا جو ہندوستان میں فقہ حنفی کا بہت بڑا مرکز مانا گیا اور اس کی شہرت دور دور تک پھیلی جس کے اثرات آج بھی محسوس کیے جاتے ہیں۔ بریلی شہر میں دارالافتا کی بنیاد عظیم مجاہد آزادی مولانا مفتی رضا علی خان نے ڈالی اور فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا، یہ منصب افتا ان کے فرزند مولانا مفتی نقی علی خان بریلوی سے منتقل ہوکر مجدد اعظم، فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری تک پہنچا، یہ عہد بریلی دارالافتا کا عہد زریں مانا جاتا ہے اور یہیں ایک اہم تعلیمی ادارہ منظر اسلام کے نام سے قائم ہوا۔ رضوی دارالافتا سے صادر ہونے والے فتاویٰ کے کئی اہم مجموعے منظر عام پر آئے، جن میں فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ مصطفویہ ، فتاویٰ حامدیہ ، فتاویٰ منظر اسلام اور فتاویٰ تاج الشریعہ نمایاں ہیں ۔ اس درس گاہ فقہ و افتا کے فیض یافتہ افراد میں صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی [مصنف بہار شریعت] کا نام بہت ممتاز ہے جن کے تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری اور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز اشرفی علیہما الرحمہ نے علمی و درس گاہی دنیا میں کافی شہرت و ناموری کمائی اور فیضان علم و شعور کو پوری دنیا میں پھیلانے کی عظیم ذمہ داری نبھائی جس کے نشانات بر صغیر ہند و پاک میں انتہائی گہرے نظر آتے ہیں۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے مشفق استاذ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم پر قصبہ مبارک پور تشریف لائے اور پھر زندگی کا آخری لمحہ بھی اس علمی دانش گاہ کو آفاقی رنگ دینے میں گزار دیا اور آج جامعہ اشرفیہ اپنے کئی اہم علمی و تحقیقی شعبوں کی انفرادیت کی وجہ سے پوری دنیا

میں اعتبار کی نگاہ سے دیکھا اور سراہا جاتا ہے۔ جامعہ اشرفیہ میں تعلیم و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی بھی ہوتی رہی اور پھر باقاعدہ شعبہ بھی قائم ہوا جو آج تک پوری شان کے ساتھ اپنی مذہبی ذمہ داریاں نبھا رہا ہے۔

جامعہ اشرفیہ کے مفتیان کرام میں چار مفتی انتہائی بلند پایہ اور قابل اعتبار رہے ہیں: (۱) حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی (۲) فقیہ اسلام مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ (۳) شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، اور (۴) بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ۔ حافظ ملت فتویٰ نویسی کا ایک پوشیدہ نام ہے لیکن ان کے مختصر و مبسوط فتاویٰ کی جامعیت فقہ و افتا میں ان کی کامل مہارت کا پتہ دیتی ہے، ماہ اشرفیہ میں مطبوع ان کے بے شمار فتاویٰ میری باتوں کی تصدیق کرتے ہیں، جن کا مجموعہ "فتاویٰ حافظ ملت" کے نام سے فتاویٰ جامعہ اشرفیہ کی جلد اول کی شکل میں ان شاء اللہ بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوگا۔ علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ نے باقاعدہ بہت زیادہ فتاویٰ نہیں تحریر کیے، مگر جو فقہی تبحر اور علمی جودت انھیں حاصل تھی وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی، آپ حافظ ملت کے تلمیذ رشید اور ایک ماہر محقق تھے، فتاویٰ رضویہ جلد سوم تا ہفتم آپ کی کاوشوں سے منظر عام پر آئی، ممتاز مفتی و استاذ بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ جو جامعہ اشرفیہ کے دانائے راز بھی تھے اور مذکورہ دونوں بزرگوں کے معتمد علیہ اور شریک کار بھی، وہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، جن کا کہنا ہے: "فتویٰ نویسی میں نے حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب سے سیکھی، جو بھی فتویٰ لکھتا دونوں بزرگوں کی بارگاہ میں پیش کرتا، یہ میرے لیے ضروری تھا، جب دونوں حضرات کی تصدیق ہو جاتی تب فتویٰ جاری کرتا۔" [تقدیم، ص:۹]

قبلہ بحرالعلوم علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کا مجموعہ انھیں کے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی محمد حنیف رضوی [ڈائرکٹر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف] کی ترتیب و تحقیق سے چھ جلدوں میں چھپ چکا ہے، جس کی جلد اول کے ابتدائیہ میں امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں قادری مارہروی دام ظلہ تحریر فرماتے ہیں:

"درس و تدریس، فقہ و افتا، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد میں آپ [بحرالعلوم] کو ید طولیٰ حاصل ہے، دقیق ترین مسائل بھی بآسانی طلبہ و سامعین کے ذہن میں اتار دیتے ہیں، اور یہ سب آپ کے مشفق اساتذہ خصوصاً حضرت حافظ ملت اور علامہ عبدالرؤف صاحب علیہما الرحمہ کا "فیضان نظر" اور الجامعۃ الاشرفیہ جیسے عظیم "مکتب کی کرامت" ہے۔" [فتاویٰ بحرالعلوم، ص:۹]

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جو مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ کے فیض یافتہ اور فتویٰ نویسی میں ان کے تلمیذ ہیں، فقہ، حدیث، سیرت، تاریخ اور دیگر کئی عقلی و نقلی علوم و فنون پر ان کی گہری نظر تھی، وسیع المطالعہ اور احوال زمانہ پہ کثیر الاطلاع مانے جاتے تھے، ذوقعدہ ۱۳۹۶ھ میں جامعہ اشرفیہ میں بہ حیثیت مفتی آپ کی تقرری ہوئی اور تادم وصال [۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء] آپ نے جامعہ اشرفیہ کے منصب فتویٰ نویسی کو زینت بخشی، آپ کے قلم سے پچاس ہزار کے قریب فتاویٰ صادر ہوئے، ان میں جو محفوظ رہے انھیں بارہ مجلدات میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی تین جلدیں کتاب العقائد کے مسائل پر مشتمل "فتاویٰ شارح بخاری" کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔ سر دست اس کی چوتھی اور مجموعی طور پر جامعہ اشرفیہ کی پانچویں جلد زیر نظر ہے جسے "فتاویٰ جامعہ اشرفیہ" کا نام دیا گیا، بقیہ جلدیں اسی نام سے شائع ہوں گی۔ زیر نظر مجموعہ فتاویٰ کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ کے جزو اول پر مشتمل ہے، اس کی چھٹی جلد بھی کتاب الصلوٰۃ ہوگی۔ ان فتاویٰ کی ترتیب کا کام مفتی محمد نسیم مصباحی اور تحقیق و تخریج کا کام مفتی محمود علی مشاہدی استاذ جامعہ اشرفیہ نے مکمل کیا ہے، ترتیب و تحقیق میں علمی و فقہی رنگ و آہنگ کا خاص خیال رکھا گیا ہے، کہیں کہیں ضروری مفید حواشی بھی موجود ہیں، جو مفتی اشرفیہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، مفتی محمد نسیم مصباحی اور مفتی محمود علی مشاہدی کی محنتوں کا ثمرہ ہیں، مثلاً تطہیر الانجاس سے متعلق ایک استفتیٰ کے مختصر جواب پر حاشیۂ مفیدہ ملاحظہ کریں:

"ہاں کپڑا اگر ایسا ہو کہ نچوڑنے کے باوجود پانی زیادہ رہ جائے اور ٹپکنا بند نہ ہو جیسے ٹیری کاٹ وغیرہ کے کپڑے تو ان کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نچوڑنے کے بعد رسی وغیرہ پر لٹکا دیں اور جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تب دوبارہ دھو کر یوں ہی رسی وغیرہ پر ڈالیں، اس طرح تین بار کریں، تیسری بار جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تب وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ یہی طریقہ کمزور اور بوسیدہ کپڑوں کے پاک کرنے کا بھی ہے۔" [محمد نظام الدین رضوی]

مسائل میں ترتیب فقہی کالحاظ رکھا گیا ہے، جیسے ”کتاب الطہارۃ“میں وضو، غسل، پانی، کنواں، تیمم، حیض ونفاس، تطہیر انجاس چھ ابواب ہیں، ان میں دو ذیلی فصلیں بھی درج ہیں: فصل فی المعذورین اور فصل فی الاستنجاء۔ جس میں مجموعی طور پر ۱۳۲؍ فتاویٰ موجود ہیں۔ اسی طرح ”کتاب الصلوٰۃ“میں کل دس ابواب درج ہیں اور ان میں شامل فتاویٰ کی تعداد ۲۰۷ ہے، اس طرح اس جلد میں شامل کل ۸۵۲ فتاویٰ ہیں جسے انتہائی سلیقے اور مہارت سے مرتب کیا گیا ہے، ہر ایک فتویٰ کے سرنامہ پر جلی سرخی لگائی گئی ہے تاکہ انھیں پڑھنا اور یاد رکھنا آسان ہو، مضامین کی فہرست ابواب کی ترتیب سے کتاب کے اخیر میں درج کی گئی ہے۔ آغاز میں مفتی اشرفیہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ کی ایک جامع تقدیم ہے، جو فتاویٰ جامعہ اشرفیہ کی تاریخ وتفصیل پر روشنی ڈالتی ہے اور صاحب فتویٰ کی مختصر حیات اور اصول فتویٰ نویسی کو آشکار کرتی ہے، اس سے قبل مفتی محمد نسیم مصباحی نے شارح بخاری کی مبارک زندگی کی توقیت لکھی ہے جو اچھی، عمدہ اور معلوماتی ہے اور صاحب فتویٰ کی حیات کے ماہ وسال متعین کرتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کتب فتاویٰ کی بھیڑ میں ”فتاویٰ جامعہ اشرفیہ“ کی یہ پانچویں جلد نمایاں شناخت اور علمیت رکھتی ہے، اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس کا مفتی ”فقیہ اعظم ہند“ اور خانقاہ برکاتیہ کا ”برکاتی مفتی“ ہے، نزہۃ القاری فی شرح البخاری کی نو جلدیں اور دیگر علمی وفقہی وتاریخی کتابیں اس کے علمی رسوخ کا پتہ دیتی ہیں اور پوری اردو اسلامی دنیا میں وہ ”شارح بخاری“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مجموعہ مجلس فقہی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے زیر اہتمام عرس عزیزی ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا ہے، اللہ عزوجل سرپرست مجلس قبلہ عزیز ملت، صدر مجلس حضرت مصباحی صاحب اور ناظم مجلس حضرت سراج الفقہا کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے کہ وہ مزید علمی و تحقیقی کاموں کو منظر عام پر لانے کی توفیق کثیر سے مالا مال ہوں اور دنیا ایک اہم علمی وفقہی دستاویز سے آشنا ہو سکے، آمین۔

کتاب کے حصول کے لیے رابطہ کریں:0875657290

****

(ص:۲۷ کا بقیہ).. مشہور محدث ابو شامہ مقدسی کہتے ہیں:

”رأیت جماعة فضلاء من فازوا
برؤیة شیــخ مصــر الشــاطبی“

”میں نے اصحاب علم وفضل کی ایک جماعت دیکھی جنھوں نے شیخ مصر امام شاطبی کے دیدار کی سعادت پائی۔[۲۳]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی برکت اور فیض سے حصہ عطا فرمائے اور ان سے محبت رکھنے والوں میں ہمارا حشر فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات:

(۱)- سیر اعلام النبلاء للذهبی، ۱۳/ ۱٤٠. مطبوعه دار الکتب العلمیه، بیروت، طبع اول ۱٤۲۵ھ/ ۲٠٠٤ء

(۲)-الحلل السندسیه، مصنف: امیر شکیب ارسلان، ج:۳، ص:۲۵٤،مطبوعه:دار الکتاب الاسلامی، قاهره، مصر.

(۳)-الفتح المواهبی فی ترجمة الامام الشاطبی، مصنف: امام قسطلانی شارح بخاری، ص:۳٤، مطبوعه: دار الفتح، عمان، اردن/ جارڈن، طبع اول:۱٤۲۱ھ/ ۲٠٠٠ء

(٤)-الفتح المواهبی، ص:۵۳.

(۵)- الفتح المواهبی، ص:٤۱ — ٤۳.

(٦)-طبقات الشافعیه، الوسطیٰ لابن السبکی، المطبوعه علیٰ هامش الطبقات الکبریٰ له، ۷/ ۲۷۱، مطبوعه دار هجر، طبع دوم ۱۹۹۲ء

(۷)-وفیات الاعیان، ٤/ ۷۲، مطبوعه: دار صادر، بیروت

(۸)- الفتح المواهبی، ص:٤٤، سیر اعلام النبلاء، ۱۳/ ۱٤٠.

(۹)- الفتح المواهبی، ص:٤٤.

(۱٠)- الفتح المواهبی، ص:٤٤، ٤۵.

(۱۱)- الفتح المواهبی، ص:۱۱۱، ۱۱۵.

(۱۲)- الفتح المواهبی، ص:٤۹، ملتقطاً.

(۱۳)- الفتح المواهبی، ص:٤۹، ملتقطاً.

(۱٤)-الملفوظ، حصه سوم، ص:۲٠، مطبوعه قادری کتاب گهر، بریلی، ۱٤۱٤ھ/ ۲٠٠۳ء.

(۱۵)- الفتح المواهبی، ص:۵۱.

(۱٦)- الفتح المواهبی، ص:۵۲.

(۱۷)- الفتح المواهبی، ص:۵۵، ۵٦.

(۱۸)- الفتح المواهبی، ص:۵۹.

(۱۹)- الفتح المواهبی، ص:۵۹.

(۲٠)- الفتح المواهبی، ص:٦۷.

(۲۱)- الفتح المواهبی، ص:۵۱، ۵۲.

(۲۲)- الفتح المواهبی، ص:۵۲.

(۲۳)- الفتح المواهبی، ص:۵۷.

منظومات

ہوتے ہیں روبرو مرے بزمِ تخیلات میں

ابرِ کرم شہِ امم پورے ہوں اس حیات میں
خواب جو میں نے دیکھے ہیں عالمِ بے ثبات میں

اس کا انھیں ہوں کیا پتا، عشقِ رسول میں ہے کیا
الجھے ہیں جو بھی روز و شب دہر کی واردات میں

لب پہ مِرے ہے یہ دعا، در پہ جھکا ہو سر مِرا
فرق نہ ہو کبھی شہا، ان کے تعلقات میں

مدحتِ شاہِ دیں میں جو، نکلی مِری زبان سے
گونج رہی ہے وہ صدا آج بھی شش جہات میں

وہ ہوں عتیق یا عمر، آپ سے ہیں قریب تر
ہر سو ہے ان کا تذکرہ آج بھی کائنات میں

وہ کہ جنھیں حضور نے مژدہ سنایا فتح کا
ان کو پکارتا ہوں میں آج بھی مشکلات میں

دونوں حرم ہیں دور تر میری نگاہ سے مگر
"ہوتے ہیں روبرو مرے بزمِ تخیلات میں"

ماسٹر مظہر علی مظہرؔ چشتی

ان کے گھر کی ہے

دیکھو تو شان سب سے جدا ان کے گھر کی ہے
دنیا کے سب گھروں میں عطا ان کے گھر کی ہے
قربان ان کے گھر پہ ہوئے بام و در تمام
ہر گھر کے بام و در میں ہوا ان کے گھر کی ہے
شمس و قمر غلام سبھی ان کے گھر کے ہیں
آنکھوں میں روشنی بخدا ان کے گھر کی ہے
ان کے لیے ہے آیتِ تطہیر کا نزول
قرآں کی آیتوں میں ثنا ان کے گھر کی ہے
جنت بھی شرم سار ہے گھر ان کا دیکھ کر
جنت تمام ساری فضا ان کے گھر کی ہے
لیتی ہیں ان کے گھر سے سبق سب کی بیٹیاں
کچھ ایسی بے مثال حیا ان کے گھر کی ہے
بدر و حنین ہو کہ اُحد ہو یا کربلا
قربانیوں کی ساری ادا ان کے گھر کی ہے
منہ کا نوالہ رکھ دیا منگتا کے سامنے
ایسی عظیم شان سخا ان کے گھر کی ہے
توصیف ان کے گھر کی لبوں پر ہے رات دن
مداح ساری خلقِ خدا ان کے گھر کی ہے
میں اپنے گھر میں ان کے غلاموں کا ہوں غلام
ہر وقت میرے ساتھ رضا ان کے گھر کی ہے
کر دے گی مجھ سے دور فسادِ شعور کو
میرے لیے جو آئی دوا ان کے گھر کی ہے
مہتابؔ میری فکر میں یہ ندرت کمال
آنکھیں اٹھا کے دیکھ ذرا ان کے گھر کی ہے

مہتاب پیامی

منقبت

در شان حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عشق والوں کی ہیں پہچان اویسِ قرنی
عشق کہتا ہے مِری جان اویسِ قرنی

کیوں کہوں بے سر و سامان اویسِ قرنی
سلطنتِ عشق کے سلطان اویسِ قرنی

رب نے بخشی ہے تجھے شان اویسِ قرنی
مصطفےٰ سے ملی پہچان اویسِ قرنی

بات چلتی ہے ترے عشقِ رسالت کی جب
تازہ ہو جاتا ہے ایمان اویسِ قرنی

آپ ہیں شمعِ شبستانِ وفا پھر کیسے
اس کا تاریک ہو ایوان اویسِ قرنی

آپ نے منزلِ عرفاں کے مسافر کے لیے
راستے کر دیے آسان اویسِ قرنی

شاکرؔ خستہ گلِ برگ و ثنا لایا ہے
ہو قبول اس کا یہ گلدان اویسِ قرنی

شاکر علی رضوی مصباحی

سفر آخرت

الحاج سرفراز احمد

ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کی اہلیہ محترمہ کا وصال پر ملال

مبارک حسین مصباحی

انتہائی دردوغم کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قابلِ صداحترام ناظمِ اعلیٰ الحاج سرفراز احمد کی اہلیہ محترمہ ۲۶؍ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴؍ اپریل ۲۰۱۸ء بشب ۸؍ بج کر ۳۹؍ منٹ پر وصال پر ملال فرمائیں۔ یہ افسوس ناک خبر جیسے ہی عام ہوئی ہر طرف غم و الم کا ماحول پیدا ہو گیا، خاص طور پر جامعہ اشرفیہ کے تمام شعبوں میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ شہزادۂ حضور حافظِ ملت حضرت عزیزِ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے پڑھائی، وصال کے بعد سے علما و مشائخ اور عوام و خواص کا مسلسل آنا جانا لگا ہوا تھا، عورتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی مسلسل جاری تھا، جنازے میں بھی کثیر مجمع تھا، بڑی تعداد میں اساتذۂ اشرفیہ اور طلبائے اشرفیہ تھے، ان میں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات، شیخ الجامعہ سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، معروف دینی رہنما مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی عبد الحق رضوی نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ وغیرہ اور دیگر اداروں کے بلند پایہ علمائے کرام بھی جلوہ گر تھے، اسی طرح سے اہلِ سیاست اور نام ورانِ قرب وجوار بھی موجود تھے۔ مرحومہ کی تدفین اونچی تکیہ قبرستان، پورہ دیوان، مبارک پور میں ہوئی، تمام شرکا نے بڑے غم کے ساتھ تین تین بار مٹی ڈالی اور حاضرین و محبین نے انھیں سپردِ خاک کر دیا۔

مرحومہ، مغفورہ، نیک سیرت، بلند اخلاق تھیں، تعلیم یافتہ اور پابند صوم و صلاۃ تھیں، ناظمِ اعلیٰ صاحب بہت پہلے فرماتے تھے، ہماری اہلیہ ماشاء اللہ تعلیم یافتہ ہیں، گھر میں بچوں کو ہائی اسکول تک پڑھا لیتی ہیں، فرماتے تھے کہ ہم اپنے والدین کریمین اور اہلیہ کی وجہ سے بڑی حد تک گھر سے بے نیاز رہتے ہیں۔ مرحومہ چند برس سے زیرِ علاج تھیں، مگر ہوا وہی جس کا خدشہ تھا، بس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے، اولاد میں تین صاحب زادگان اور دو صاحب زادیاں ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ہمارے ناظمِ اعلیٰ صاحب کی والدہ ماجدہ تو اس دنیا سے رخصت ہو گئیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے انھیں جنت الفردوس میں مزید بلندیاں عطا فرمائے۔ والد گرامی محترم و مکرم الحاج عبد الرحمٰن صاحب بقیدِ حیات ہیں۔ ماشاء اللہ تعالیٰ نیک سیرت، بلند اخلاق اور صوم و صلاۃ کے سخت پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ بھی خوب پایا ہے۔ انتہائی ملنسار اور خوش مزاج ہیں، دیکھتے ہی مسکرا دیتے ہیں۔ یہی حال ناظمِ اعلیٰ کے دیگر برادران کا بھی ہے۔

الحاج سرفراز احمد جامعہ اشرفیہ کے ایک کامیاب ناظمِ اعلیٰ ہیں، یہ اپنی بلند اخلاقی، دور اندیشی اور معاملہ فہمی میں شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے عہدِ نظامت میں جامعہ اشرفیہ میں تعمیری امور پر بڑے سلیقے سے توجہ دی گئی ہے، دینی معاملات کے ساتھ عصری تقاضوں کا بھی بھرپور خیال فرماتے ہیں، تعلقات کا دائرہ بھی وسیع ہے، اساتذۂ اشرفیہ اور دیگر علما اور مشائخ سے بھی گہرے روابط رکھتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کی عزیز المساجد میں مرحومہ کے ایصالِ ثواب کی مجلس منعقد ہوئی جس میں بطور خاص حضرت سراج الفقہا نے تعزیتی بیان فرمایا اور اجتماعی طور پر مرحومہ کے لیے ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اس مجلسِ تعزیت میں اساتذۂ اشرفیہ اور طالبانِ علومِ نبویہ بھی کثیر تعداد میں موجود تھے

ہم ایک بار پھر مرحومہ مغفورہ کے لیے دعا کرتے ہیں، یا رب العالمین! تو رؤف رحیم ہے، تیرا پیارا حبیب رحمتوں والا ہے، تیری بارگاہ میں ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں، مرحومہ کی مغفرت فرمادے، ان کے گناہوں کو معاف فرما، اپنے پیارے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شفاعت نصیب فرما، اور تیری بارگاہ میں ہم دعا کرتے ہیں کہ ان کے پس ماندگان، متعلقین اور متعلقات کو خوب خوب صبر و شکر کی توفیقات عطا فرما۔ تمام قارئین سے ہماری گذارش ہے کہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرما۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

سفرِ آخرت

آہ قُطبِ کویت

علامہ الحاج سید یوسف سید ہاشم الرفاعی

شیرزمان ملک

تاریخ پیدائش: ۱۹۳۲ء الکویت تاریخ وفات: بروز جمعہ ۳۰ مارچ ۲۰۱۸

یوں تو اس فانی دنیا میں ہر ذی روح شخص جانے کے لیے ہی آتا ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کے کچھ خاص بندے جب یہاں سے کوچ کرتے ہیں تو اپنے پیچھے ایک نہایت ہی وسیع حلقہ احباب اپنے غم میں مبتلا کر جاتے ہیں۔ جانے والا تو اپنے مالک و خالق حقیقی سے ملنے کے لیے بے تاب و مشتاق ہوتا ہے لیکن جنہیں جدائی کا داغ مفارقت دے کر جا رہا ہوتا ہے وہ کہیں مدت بعد جا کر اس غم نڈھال سے باہر نکلتے ہیں۔ ایسے ہی ہمارے موجودہ دور کی ایک عظیم روحانی علمی سماجی اور قد آور شخصیت فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ الحاج سید یوسف سید ہاشم الرفاعی نور اللہ مرقدہ جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے میرے ہاتھ کا قلم کانپ رہا ہے اور دل یقین نہیں کر پا رہا کہ واقعی قبلہ رفاعی صاحب انتقال کر گئے ہیں۔

صرف کویت ہی نہیں بلکہ پورے عالم عرب، یورپ اور ہندو پاکستان و بنگلہ دیش اور افریقہ کے اہل محبت و عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو یتیم کر گئے ہیں۔ آپ کے جنازہ کا جم غفیر اس بات کی شاہد علامت ہے کہ واقعی رفاعی بابا ہر دلعزیز اور سب کے غم و دکھ میں شریک ہونے والے تھے۔ آپ کی زیارت کر کے قرون اولیٰ کی مقتدر شخصیات جن کی ہم زیارت تو نہ کر سکے لیکن ان کے تذکروں سے کتب بھری ہوئی ہیں واقعی اللہ والے یقیناً ایسے ہی ہوا کرتے تھے اور ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

سید رفاعی الحمد للہ بیک وقت محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، مفسر قرآن بھی، عظیم صوفی و درویش، حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والے سیاستدان بھی لیکن عشق مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو آپ کا ایسا سرمایہ تھا کہ کوئی بات بھی سرکار کے تذکرے کے بغیر نہ ہوتی تھی۔ جب آپ کے دیوانیہ میں قصیدہ بردہ شریف پڑھا جاتا تھا تو نہ صرف آپ خود جھوم جھوم کے اس سے مستفید ہوتے تھے بلکہ حاضرین کو بھی اپنے ساتھ اس خاص سوغات مستجاب میں شامل کر لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب بھی کوئی آدمی خواہ وہ عربی ہوتا یا عجمی ایک دفعہ آپ کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا تو دوبارہ بلکہ بار بار آتا اور ہر جمعرات کی شام کو شریک مجلس ہونا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا۔ رفاعی بابا کی بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ہر آدمی سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگ جوق در جوق آپ کی طرف کھنچے چلے آتے۔

فقیر کو آج سے کم و بیش ۳۵ سال پہلے مدینہ طیبہ میں فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا فضل الرحمن قادری مدنی علیہ الرحمۃ کے آستانے میں آپ کی ملاقات و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سیدی فضل الرحمن مدنی نے آپ کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا تھا جس میں مشائخ مدینہ کے علاوہ اور بھی کافی احباب شامل تھے اس وقت آپ نے اس پروگرام میں فضائل مدینہ منورہ پر ماشاء اللہ ایک پر مغز بیان کیا تھا۔ پھر گردش زمانہ کی روش کے تحت چند سال بعد جب ناچیز کو دولت الکویت جانے کا اتفاق ہوا تو پھر آپ کے آستانہ عالیہ (دیوانیہ) کی حاضری معمول بن گئی۔ ہر شب جمعہ کو ماشاء اللہ پروگرام بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا اور ہر دفعہ کویت سے باہر کی کوئی معروف دینی شخصیت ضرور تشریف لایا کرتی تھی جن سے حاضرین خوب محظوظ ہوا کرتے تھے۔

اصل میں رفاعی صاحب کی خدمات کا اس مقالے میں مکمل احاطہ کرنا نہایت ہی مشکل ہے یہ تو مستقبل کا کوئی مورّخ ہی یہ حق ادا کرے گا یا کسی کے حصہ میں قبلہ رفاعی صاحب کی شخصیت اور خدمات پر اگر پی ایچ ڈی کرنے کا پروگرام بنا تو ناچیز "من آنم کہ من دانم" کے مصداق، صرف اس ضعیف خاتون کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعی کر رہا ہے جو کہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل تھی کسی نے جب اس بوڑھی اماں سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت یوسف کے

خریداروں میں مصر کا بادشاہ "عزیزِ مصر" بھی خود آیا ہوا ہے اس کی بے پناہ دولت کے سامنے آپ کی یہ چھوٹی سی پونجی کیا حیثیت رکھتی ہے تو اس مُعمرِ زماں نے بڑا عارفانہ جواب دیا تھا کہ ہاں مجھے یہ سب کچھ خوب معلوم ہے لیکن میں تو محض یوسف کے خریداروں میں اپنا نام رقم کرانے کی نیت سے آئی ہوں تا کہ کل جب قیامت میں اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھے گا کہ میرے یوسف کے اس وقت کون کون خریدار تھے تو میرا نام بھی اس فہرست میں شامل ہوگا۔ یہی مدعا اس وقت اس عاجز و ناتواں کا ہے کہ باوجود شدید علالت کے نہ تو لکھنے کے قابل ہوں اور نہ ہی میری اتنی قابلیت وصلاحیت ہے کہ ایک عجمی ہونے کے ناطے ایک ایسی عرب شخصیت پر کچھ ضبط تحریر میں لاؤں کہ جس کے مداحوں میں عرب کے بڑے بڑے دانشور، مذہبی سکالر، مشائخ عظام، اولیائے کرام اور علمائے کرام اس وقت ان کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ رفاعی بابا کی بھرپور مصروف حیات اس بات کی علامت ہے کہ کبھی بھی آپ نے زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کیا۔ کبھی مریدین میں گھرے ہوئے ہیں تو کہیں مستحقین میں راشن اور کھانے کی اشیا تقسیم کر رہے ہیں، کبھی مطالعہ کر رہے ہیں تو کہیں کچھ تحریر فرما رہے ہیں، کبھی اوراد و وظائف میں مشغول ہیں کبھی دیوانیہ میں حاضرین مجلس کے ساتھ اذکار اور دعا میں شامل تو کبھی حج وعمرہ اور زیارت مدینہ کے لیے جا رہے ہیں تو کبھی کسی دوسرے عرب ملک دورہ پر، کبھی عجم کے کسی ملک کا پروگرام ہے تو کبھی چیچنیا کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ آہ ایسی دوراندیش اور غم گسار شخصیت اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ وہ تو اپنے نامہ اعمال میں بے پناہ حسنات اور لاتعداد صدقہ جاریہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔

میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس آنے والا کبھی بھی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔ ایک دفعہ فقیر سے فرمانے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ ہمارے دیوانیہ میں کون شخص محض اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ کی رضا کے لیے آتا ہے، کون کسی دنیاوی کام کے لیے آتا ہے اور کون محض کھانا کھانے کے لیے۔ لیکن میں کسی کو بھی منع نہیں کرتا حتی الوسع میری یہی کوشش ہوتی ہے ہمارے ہاں آنے والا کوئی بھی خالی ہاتھ نہ جائے۔ ہمارے جدّ سیدنا احمد کبیر رفاعی کا یہی معمول تھا اور ہم اس جدّی طریقہ پر گامزن ہیں۔ ہر جمعرات یعنی شب جمعہ کو بعد از نماز عشاء آپ کے دیوانیہ میں سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے اوراد و وظائف کا ذکر ہوتا ہے کچھ اورادِ نبوی ﷺ بھی پڑھے جاتے ہیں اور پھر "مدیح نبی فی العربی" عربی میں نعت شریف پڑھی جاتی ہیں۔ سلسلے کے بعد میرِ محفل قبلہ رفاعی بابا خوب دعا فرمایا کرتے تھے اور پھر لنگر شریف۔ پھر رات گئے تک لوگ اپنی اپنی عرضداشت پیش کرتے رہتے تھے یہی معمولات آپ کے ہمیشہ کے تھے۔ بعد از نماز فجر بھی مسجد سے آکر باہر دیوانیہ کے صحن میں تشریف فرما ہو جاتے تھے اس وقت بھی لوگ آپ سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ نے کویت میں ایک بہت بڑا عربی مدرسہ "معہد الایمان شرعی" کے نام سے بنایا اس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسکول بھی بنوایا تا کہ طلبہ کمپیوٹر وغیرہ بھی جان سکیں جس کی آج کل کے دور میں اشد ضرورت ہے۔ اس میں ایک عظیم الشان مسجد بھی ہے اس مسجد میں شام کے ایک بڑے اچھے شیخ خطیب ہیں عاشق رسول ﷺ ہیں جن کو ماشاء اللہ آقائے نامدار ﷺ کی زیارت بھی معہد الایمان میں ہو چکی ہے۔

جس وقت سعودیہ کے نجدی ملاؤں نے محدث حجاز سید محمد بن علوی المالکی پر مظالم کی انتہا کر دی ان کا درس حرم مکی میں بند کر دیا اور ان کی تمام کتب ضبط کر لیں اور ان کو مناظرہ کے لیے ریاض میں اپنی ملا کمپنی کے سامنے طلب کیا۔ تو سب سے پہلے کویت کے سید رفاعی نے قبلہ مالکی صاحب کی حمایت میں نعرہ حق بلند کیا اور تقریباً ۴۰۰ صفحات کی عربی میں کتاب لکھی جس کا بعد میں انگلش اور اردو میں "عقائد اہل سنت" کے نام سے ترجمہ شائع ہوا۔ گو کہ بعد میں خلیج اور عرب کے دوسرے ممالک سے قریباً ۶ عدد عربی میں کتب علامہ مالکی صاحب کی حمایت میں منظر عام پر آئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا عالم اسلام اور خصوصاً عرب ممالک میں جو لوگ محض حرمین شریفین کی عظمت کی وجہ سے سعودی ملاؤں کے متعلق نرم گوشہ رکھتے تھے اس واقعہ کے بعد ان پر بھی نجدیوں کے حقیقی عقائد آشکار ہو گئے۔ سید رفاعی صاحب نے شیخ مالکی صاحب کو دورہ کویت کی دعوت دی اور وہ آپ کی دعوت پر دولت الکویت تشریف لائے۔ ایئر پورٹ سے لے کر رفاعی صاحب کے آستانہ عالیہ منصوریہ تک ان کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ پھر ان کے اعزاز میں دیوانیہ میں بھرپور استقبالیہ پروگرام منعقد ہوا جس میں قبلہ مالکی صاحب نے بڑے مدلل انداز میں قرآن وسنت، آئمہ اربعہ اور جنید صوفیائے عظام کے افکار کی روشنی میں عقائد و معمولات اہلسنت بیان فرمائے۔ آج بھی علامہ مالکی کی یادگار تصاویر دیوانیہ رفاعی میں آویزاں ہیں۔ حضرت علامہ سید یوسف رفاعی کی دوسری کتاب "تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں" ہے اس کی تحریر کا سبب کویتی ملا عبدالخالق

عبدالرحمن کا بدنام زمانہ کتابچہ "خرافات صوفیہ" ہے جس میں اس نام نہاد محقق نے قطر، بیونس کر کے سلف صالحین اور بزرگان دین کی عبارات توڑ مروڑ کر پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ معاذاللہ صوفیہ کا تو اسلام سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔ رفاعی صاحب نے اپنے احباب کو اس طرف متوجہ کیا کہ کوئی صاحب اس کا رد لکھے لیکن دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے کسی نے بھی یہ کام نہیں کیا بالآخر قبلہ رفاعی صاحب نے خود اس کے جواب کے لیے قلم اٹھایا۔ ماشاءاللہ آپ نے اس کے تمام الزامات کا جواب تو دیا لیکن اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ایک لفظ بھی اخلاق سے گرا ہوا اس کے خلاف نہیں لکھا جیسا کہ وہ اپنی تحریر میں بے ہودہ خرافات لکھ چکا تھا۔ رفاعی صاحب کی اس کتاب کا بھی اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی ایک اہم کتاب "شیخ رفاعی کا پیغام علمائے نجد کے نام" گو کہ یہ ضخیم نہیں ہے لیکن آپ نے اس کتاب میں حرمین شریفین خصوصًا مدینہ المنورۃ میں اہل عقیدت زائرین کے ساتھ نجدیوں کی زیادتی کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ اس کتاب پر شام کے معروف عالم الدین علامہ ڈاکٹر رمضان سعید بوطی نے تقریظ لکھ کر حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب کیا ہے حقیقت کی ترجمان ہے یہ تو سب جانتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں زائرین کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے لیکن ان کے خلاف کچھ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے مصلحت اور مجبوریاں آڑے آجاتی ہیں۔ رفاعی صاحب کے حسینی خون نے جوش مارا اور سب مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری نبھائی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر سعودی حکومت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن نجدی مولویوں نے اپنی طرف سے خود ساختہ پابندی بنا کر لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وقتاً فوقتاً آپ کے مقالات کویت کے جرائد میں عالم اسلام کے مسائل پر شائع ہوتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی عبدالخالق نے آپ کو ٹی وی مناظرہ کا چیلنج دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں صوفی صفت آدمی ہوں مناظرہ میرا موضوع نہیں ہے لیکن اگر میں انکار کرتا ہوں تو نجدی سمجھیں گے کہ اس نے فرار کا راستہ اختیار کیا، لہذا مجھے چیلنج منظور ہے تاریخ مقرر ہوئی مناظرہ ہوا جس کی ویڈیو ثبوت کے طور پر موجود ہے۔ رفاعی صاحب تحمل مزاجی کے ساتھ دلائل دیتے تھے اور وہ منہ پھٹ زبان دراز ملا شور شرابا کرتا تھا بالآخر تمام حاضرین و سامعین اور ٹی وی انتظامیہ نے رفاعی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کو کامیاب قرار دیا۔

آپ اکثر پاکستان تشریف لایا کرتے تھے اور مختلف مذہبی پروگراموں میں شرکت فرماتے علما و مشائخ سے ملاقاتیں کرتے اور عوام الناس آپ سے مستفیض ہوتے۔ ایک دفعہ صحافیوں نے آپ سے پاکستان اکثر آنے کے بارے میں سوال کیا تو جواباً آپ نے فرمایا ویسے تو میں احباب کی دعوت پر حاضر ہوتا ہوں اور دعوت قبول کرنا میرے آقا کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور ساتھ ہی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ معاذاللہ پورا عرب اس وقت وہابی ہو گیا ہے جیسا کہ بعض سعودیوں نے یہاں بعض اداروں اور تنظیموں کو چندہ کے منہ کھول رکھے ہیں۔ اہل تشیع کو ایران کی طرف سے کھلی فنڈنگ ہوتی ہے جس پر ہمارے خفیہ ادارے مصلحت کی بناء پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اہلسنت کے مدارس و مساجد کی عمارتیں قابل رحم ہیں جبکہ غیر مقلد واہلِ حدیث کہلانے والوں کی مساجد میں ایئر کنڈیشنڈ چل رہے ہیں لہذا ان کا یہ تاثر بھی زائل کرنے کے لیے آتا ہوں کہ نہیں نہیں پہلے کی طرح اب بھی الحمدللہ عرب ممالک میں الحق، اہلسنت ہی کی اکثریت ہے اور سنی ہی ہر جگہ سوادِ اعظم ہیں۔ ہاں وہ دوسری بات ہے کہ وسائل پر اس وقت ان کا تسلط ہے اور اہلسنت صرف اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ کے سہارے چل رہے ہیں۔

ایک دفعہ اخبارات میں خبر چھپی کہ سعودیہ والوں نے ترکی سے مطالبہ کیا ہے کہ استنبول کے عجائب گھر میں تاریخی اسلامی تبرکات جو ہیں وہ ہمیں دیئے جائیں وہ ہمارے ہیں۔ ناچیز نے رفاعی بابا کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو آپ نے فرمایا کہ میں انشاءاللہ کل ہی ترکی کے سفارت خانہ جاؤں گا اور انہیں آگاہ کروں گا کہ خبردار بلکل کوئی چیز بھی ان نجدی ظالموں کو نہ دی جائے انہوں نے پہلے بھی کافی معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے اور اب بھی یہ ان تبرکات کو حاصل کر کے ضائع کرنا چاہتے ہیں لہذا ان پر بھروسہ نہ کیا جائے، مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ ایک مرتبہ جب فقیر عمرہ کر کے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے مستفیض ہو کر واپس آیا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب اب تو رمضان کے علاوہ بھی پورا سال ساری رات کو حرم نبوی شریف کھلا رہتا ہے زائرین کے لیے آسانی پیدا ہو گئی ہے تو جواباً آپ نے فرمایا حاجی شیر زمان میں نے سعودیہ کے شاہ عبداللہ کو خط لکھا تھا کہ قبل ازیں خلفائے راشدین، بنو امیہ، بنو عباس اور سلطنت عثمانیہ کے

دور میں کبھی بھی حرم نبوی شریف رات کو بند نہیں ہوا بلکہ حرم مکی کی طرح ساری رات زائرین کے لیے کھلا رہتا تھا اب آپ کے آل شیخ نے اپنی طرف سے صفائی کے نام پر رات کو زائرین کو زیارت سے محروم رکھا ہوا ہے اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی اور اس نے فوراً احکامات جاری کر دیے کہ اب رات کو حرم نبوی شریف بند نہیں ہوگا۔ اس طرح بقیع شریف کی زیارت کے بھی صبح و شام اوقات اب مقرر کروا دیے گئے ۔ مدینہ المنورہ میں نجدیوں نے جگہ جگہ حرم نبوی شریف کے لگائے گئے بورڈوں کو ہٹا کر ان کی جگہ مسجد نبوی کے بورڈ لگائے تو ان کے خلاف بھی آپ نے آواز بلند کی، کہ سعودیہ کا جو بھی بادشاہ ہوتا ہے وہ اپنے لیے "خادم الحرمین الشریف" کا لقب اختیار کرتا ہے اگر مدینہ طیبہ حرم نہیں ہے تو پھر ایں لقب چہ معنی دارد؟

پورے کویت میں اہلسنت کے پروگراموں کی سربراہی فرماتے تھے خصوصاً ربیع الاول شریف میں آپ کے دیوانیہ کے سامنے پارک میں بڑے سائز کا عربی خیمہ نصب کیا جاتا ہے جس میں بڑی عظیم الشان میلاد الرسول کانفرنس (احتفال مولد نبوی شریف) کا اہتمام ہوتا ہے اور اس میں عربی، انگلش، اردو اور دیگر زبانوں کے سکالر اور دانش ور عظمت مصطفی اور آمد مصطفی ﷺ کا بیان کرتے ہیں آخر میں قبلہ رفاعی صاحب اپنی پر سوز آواز میں دعا فرماتے تھے اور پھر مختلف قسم کے انواع اقسام کے کھانوں اور فروٹ سے حاضرین کی تواضع کی جاتی ہے۔ نیز آپ کی ہی کاوشوں کی وجہ سے بارہ ربیع الاول شریف کو کویت کے تمام سرکاری اداروں اور سرکاری و غیر سرکاری کمپنیوں کو عام تعطیل ہوتی ہے نہیں نہیں بلکہ ۲۷ رجب المرجب کو معراج شریف کی بھی عام تعطیل ہوتی ہے جس کی وجہ سے کویت کی نجدی برادری کو بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن کیا کریں بیچارے مجبور ہیں کیونکہ حکومت وقت نے پارلیمنٹ کے ذریعہ قانون بنا کر اعلان کر دیا ہے۔ جب سعودیہ میں ابوا شریف میں حضور سید نا رحمت العالمین ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کو شہید کیا گیا تو آپ نے کویت میں منعقد "والدین مصطفی کانفرنس" سے خصوصی صدارتی خطاب فرمایا اور سرکار کے آباؤ اجداد کو زبردست خراج عقیدت پیش کر کے ان کے مومن و صالح ہونے کے زبردست دلائل دیئے۔ آپ کی ہی کاوشوں سے کویت یونیورسٹی کے استاذ نور سویدنے " ایمان والدین مصطفی " کے موضوع پر عربی میں کتاب لکھی جس کا پاکستان میں اردو ترجمہ شائع کیا گیا۔ پاکستان کے تقریبا ہر بڑے شہر کراچی، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، گجرانوالہ، سیالکوٹ، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا، دارالعلوم محمدیہ حنفیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ، مراڑیاں شریف جامعہ عالمیہ قادریہ ضلع گجرات کا آپ نے دورہ کیا اور دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل لاء ایریا کراچی میں بھی دو مرتبہ تشریف لے گئے اور اہل سنت کے اداروں کی ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ کراچی کے ایک بڑے مقامی ہوٹل میں امام احمد رضا کانفرنس میں آپ مہمان خصوصی تھے آپ نے فاضل بریلوی کے جزبہ عشق رسول اور نعتیہ شاعری پر سیر حاصل کلام ارشاد فرما کر اعلیٰ حضرت کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور صوفی شوکت علی قادری صاحب لاہور کے سالانہ مرکزی پروگرام میں بھی مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے۔ لاہور کے اکثر پروگراموں میں ترجمانی کی سعادت جناب سید عبدالرحمن بخاری صاحب کے حصہ میں آیا کرتی تھی۔ ملتان میں غزالیِ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحبؒ کے مدرسہ انوار العلوم میں بھی تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ کراچی میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے ہاں گلزار مدینہ مسجد سولجر بازار میں بھی آئے۔ لاہور میں جب بھی آتے مفتی محمد خان قادری اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی صاحب سے علمی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوتی۔ نیز سیالکوٹ کی معروف شخصیت الحاج چوہدری محمد رفیق رفاعی بھی آپ کے مریدین میں شامل ہیں۔

دوران وزارت اور بعد میں بھی آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا مشن وزیری نہیں بلکہ فقیری ہے۔ اور اس پر آپ ہمیشہ کاربند رہے۔ کاش آج کل کے حکومتی وُزرا بھی اپنے عہدوں کو مال غنیمت سمجھنے کی بجائے خدمت خلق کا ذریعہ بنائیں کیونکہ سرکار ابد قرار ﷺ کا فرمان عالی شان ہے "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی کھا کر خوش ہے اور کوئی کھلا کر مطمئن ہے"۔ جب بھی کسی ملنے والے کے ساتھ بچے ہوتے تو آپ ہر بچے کو ایک دو کویتی دینار اور ٹافی وغیرہ ضرور عطا فرماتے یاد رہے کہ کویتی دینار کی پاکستانی مالیت اس وقت ۳۸۳ روپے کے لگ بھگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیاوی نعمتوں سے نوازا تھا اور ساتھ ہی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا دل بھی عطا فرمایا تھا۔

ایک دفعہ ایک صحافی نے آپ سے سوال کیا کہ جناب آپ کو بھارت میں دیوبندیوں کے صد سالہ جشن میں بھی گئے تھے وہاں کا کچھ

آنکھوں دیکھا حال بتائیے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے مجھے دعوت نامہ بھیجا تھا اور میں گیا تھا جب سٹیج پر ایک غیر مسلم کافرہ اور مشرک عورت بغیر پردہ کے آئی تو میں خاموش نہیں رہا میں نے سب سٹیج پر موجود مولویوں کی توجہ دلائی کہ یہ کسی یونیورسٹی یا کالج کا فنکشن نہیں ہے تم لوگوں نے اسلامی روایات کو پامال کیا ہے۔ آہ صد آہ اب اس قحط الرجال کے دور میں ایسی شخصیات کہاں ملیں گی۔

اس مختصر مقالہ میں آپ کی زندگی کے ہر شعبہ پر سیر حاصل گفتگو کرنا تو ممکن نہیں ہے آخر میں جب آپ کے مستجاب دعا کے ہونے کے بارے میں عرض کرنے کے بعد اپنی تحریر کو اختتام پذیر کرتا ہوں۔ بنگلہ دیش کے الحاج سید لقمان شاہ آپ کے مخلص عقیدت مندوں میں سے ہیں اور حضرت کی وفات حسرت آیات پر بہت زیادہ غمگین ہیں۔ آپ نے دو مرتبہ بنگلہ دیش کا دورہ بھی فرمایا۔ ماشاءاللہ رفاعی نسبت کی برکت سے عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے بہرہ مند ہیں آپ کو سرکار ابد قرار ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہو چکی ہے۔ آپ نے بتایا کہ یہاں کویت میں مقیم ایک بنگالی عورت کی چار پانچ بچیاں ہیں بیٹے اور بیٹیاں سب اللہ پاک کی دین ہیں اس کے سسرال والوں نے اس کو طعنے دیے کہ اگر اس دفعہ بھی تمھارے ہاں بیٹی ہوئی تو تمھاری خیر نہیں ہوگی وہ بیچاری پوچھتے پوچھتے رفاعی بابا کے پاس پہنچی اور روتے ہوئے اپنی روداد سنائی۔ حضرت صاحب اسے تسلی دی اور اس کے لیے دعا فرمائی اور اس کو کچھ پڑھنے کے لیے بتایا اور ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی دی کہ اس دفعہ انشاء اللہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے تمھارے ہاں بیٹا ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر "یوسف" رکھنا۔ سبحان اللہ جب اس کو یوسف ملا تو پھر خوشی خوشی آپ کے پاس آئی حالانکہ پہلے وہ بیچاری روتے روتے آئی تھی۔

ایک ہوتی ہے جگ بیتی اور ایک ہوتی آپ بیتی، اب ناچیز اپنے واقعہ کی طرف آتا ہے کہ ایک دفعہ کویت میں میرا بٹوا چوری ہو گیا، پیسے تو زیادہ نہیں تھے لیکن ہر وقت ساتھ آنے والے ڈاکومنٹ، کویت کا ہیوی ڈرائیونگ لائسنس، کرین کا لائسنس انشائیہ، ون ایٹ کا رخصہ، بینک کارڈ، کویت کا شناختی کارڈ، کمپنی کارڈ اور سیفٹی کارڈ تھے۔ ہسپتال میں گیا ہوا تھا جب پتہ چلا تو میرے اوسان خطا ہو گئے فوراً قبلہ رفاعی صاحب کو فون کیا اور صورتحال سے آگاہ کیا آپ اس وقت کویت سے باہر گئے ہوئے تھے آپ نے فرمایا حاجی شیر زمان پیسوں کو چھوڑو انشاء اللہ کاغذات سمیت بٹوہ مل جائے گا۔ دعا فرمائی اور ساتھ بھی کچھ پڑھنے کا فرمایا ناچیز پولیس اسٹیشن میں رپورٹ داخل کرانے کے چکر میں تھا اور بڑا ہی پریشان تھا کہ دوسرے دن ہسپتال کے کریانہ سٹور (بقالہ) سے فون آیا کہ اس کمپنی کے اس نام کے کسی آدمی کا بٹوہ یہاں پڑا ہوا ہے آکر لے جاؤ احقر فوراً بھاگا بھاگا وہاں پہنچا تو سوائے پیسوں کے ہر چیز سلامت ملی۔ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور رفاعی بابا کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔

آپ کے جنازہ کی سعادت سید عبدالرحمن جو کہ آپکے نواسے ہیں ماشاءاللہ کم گو باشرع باعمل عالم ہیں کہ حصہ میں آئی۔ جنازہ کا ایک جم غفیر تھا جو کہ کویت کی تاریخ میں شاید ہی کہیں ہوا ہو۔ دیگر آپ کے صاحبزادے سید محمد رفاعی ہر شب جمعہ کو ہونے والے پروگرام میں دعا فرماتے ہیں اور پروگرام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ابو ولید سید خالد رفاعی آپ کے ایک اشارے پر ہر وقت جان نثاری کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ کے نواسے اوس تو ہر وقت بابا کے ساتھ رہتے تھے۔ مقالہ کا عنوان ناچیز نے قطب کویت تحریر کیا ہے۔ اہل اللہ کے نزدیک ہر وقت دنیا میں ایک غوث الوقت ہوتا ہے جس کو کچھ لوگ قطب افراد بھی کہتے ہیں اور باقی اوتاد۔ ابدال، نجبا اور ہر علاقے کے قطب اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ "ولی را ولی می شناسد" کے تحت مجھے اہل بصیرت میں سے ایک صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ کویت کے قطب سید یوسف ہاشم الرفاعی ہیں پہلے وہ مجھے مدینہ المنورہ کے قطب کے بارے میں بتا چکے تھے جس کی وہاں سے باقاعدہ تصدیق ہوئی تھی۔ رفاعی بابا کی مجلس میں آنے والے دیگر عرب اور کویتی حضرات کے علاوہ پاکستان کے چوہدری عبدالرزاق نوری، چوہدری غلام شبیر کشمیری، ارشد جنجوعہ، سید لقمان شاہ اور سید اقبال فاروقی انڈیا وغیرہ شامل ہیں جبکہ چوہدری عبدالرزاق صاحب کو دیوانیہ میں الیکٹریکل کا کام کرنے کی خدمت کا بھی موقعہ مل جاتا ہے۔ پاکستانی کمیونٹی کے علامہ قاری خلیل احمد رضوی کو آپ نے دیوانیہ میں ایک مرتبہ خطاب کا بھی موقع دیا۔

کمر کے جرمنی کے آپریشن کے بعد جب آپ کویت کے امیری ہسپتال میں داخل تھے تو ہر وقت عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا جس سے ہسپتال کے عملہ کو آپ کی ٹریٹمنٹ میں دشواری پیش آتی تھی لیکن عقیدت مند تھے کہ وہ ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے تھے اور پھر باہر کمرہ کے شیشے سے زیارت کر کے واپس آجایا کرتے تھے جب کہ دیوانیہ میں دوران علالت اہلیہ محترمہ نے احتیاط کے طور پر ملاقات پر پابندی لگا رکھی تھی۔ آخر وہ لمحہ بھی آیا جب بابا ہم سب کو غم گسار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ناچیز اپنے

آپ پر کون کونسی شفقتوں اور عنایتوں کا ذکر کرے۔ جب آپ کے والد محترم سید ہاشم رفاعی کا انتقال ہوا تو ان کے ایصال ثواب میں آپ نے اپنے گھر میں اندرون خانہ کھانے کا اہتمام فرمایا جس میں چند خاص احباب کو مدعو کیا گیا تھا۔ فقیر بھی ان گداؤں میں شامل تھا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ شیر زمان میرے پاس غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کی چادر ہے جو کہ سو سالہ پرانی ہے اور مجھے بغداد شریف میں بوقت حاضری وہاں آپ کے دربار عالیہ سے عطا ہوئی تھی، کسی خاص قادری کو دینا چاہتا ہوں اور میں نے اس بارے میں تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تم ایسا کرنا کسی ایسے وقت فون کر کے آنا جب دیوانیہ کا وقت نہ ہو یعنی رش نہ ہو۔ پھر ناچیز آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہوا اور خزینۂ غوثیہ سے مستفیض ہوا۔ ابھی وہ مبارک چادر ہمارے گھر میں ہمارے لیے باعث افتخار اور باعث برکت ہے۔ ایک دفعہ آپ اپنے دیوانیہ کے مکتب یعنی آفس میں کچھ تناول فرما رہے تھے مجھے اشارے سے قریب بلایا فقیر ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بجائے کرسی کے نیچے ہی بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے کھانے کی چیز ناچیز کے منہ میں ڈال دی اور پھر دوسری مرتبہ اپنے مبارک منہ میں کھاتے ہوئے جو چباتے ہوئے لقمہ آپ کے منہ بھی تھا لعاب سمیت اپنے منہ سے براہ راست فقیر کے منہ میں ڈال دیا۔ الحمد اللہ علی ذالک ۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ امامیہ مدینہ المنورہ سے سیدی ضیاء الدین القادری مدنی سے نصیب ہوا تھا اور سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ عالیہ رفاعیہ کویت سے سید یوسف الرفاعی کے توسط سے مل گیا۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے خواب میں آپ کو اپنے گھر میں دیکھا ہے فرمایا الحمد اللہ سید احمد کبیر کا فیض بھی تمہارے گھرانے کو پہنچ رہا ہے الغرض آپ کی کون کونسی سخاوتوں اور اداؤں کا ذکر کیا جائے۔ آپ مدینہ عالیہ گئے ناچیز نے فون کیا تو فرمانے لگے شیر زمان تم ہمارے ساتھ ہو۔ کراچی امام احمد رضا کانفرنس میں دعا فرما رہے تھے اور احقر نے فون کیا فرمایا شیر زمان تم ہمارے ساتھ ہو۔ گزشتہ روز چکوال شہر کے مقامی ہوٹل میں آپ کی یاد میں ایک تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں جناب الحاج عابد حسین شاہ صاحب نے آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان کی مرقد منور پر اور ان کے درجات اعلیٰ سے اعلیٰ فرمائے (آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ ان کے صدقے اور وسیلہ جلیلہ سے ہم سب کے حال پر رحم فرمائے (آمین)۔

تلمیذ حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مصباحی کا سانحۂ ارتحال

 از: (مولانا) سید حامد حسن

یوں تو دنیا میں ہر آنے والے کو ایک نہ ایک دن جانا ہے، لیکن کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے جانے سے صرف اہلِ خانہ ہی نہیں بلکہ ایک عالم اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔ سچ ہے...

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

یقیناً انھیں نیک بخت لوگوں میں ایک ذات ستودہ صفات حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز اشرفی مصباحی نور اللہ مرقدہ کی بھی تھی جن کے سانحۂ ارتحال کو دل کسی بھی طرح قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا، مگر قانونِ قدرت کو تسلیم کرنا ہی بندگی ہے۔

مولانا موصوف ملنساری، خوش اخلاقی اور تواضع وغیرہ جیسی بہت سی خوبیوں کے حامل تھے، صوم وصلاۃ کے پابند تھے، یوں تو مولانا موصوف مرزا پور (یوپی) کے رہنے والے تھے، مگر خدمتِ دینی کے معاملہ میں بہت متحرک وفعال تھے، فروغِ سنیت، دعوت و تبلیغ ان کا پسندیدہ میدان تھا۔ خدمتِ دینِ متین ہی کی غرض سے کلکتہ اور شیلانگ گئے اور شیلانگ، میگھالیہ ہی میں وقت آخر تک حتی الوسع خدمتِ دین انجام دیتے رہے، ذریعۂ معاش تجارت تھا۔

مولانا موصوف ایک ڈیڑھ سال سے مرض میں مبتلا تھے، چلنا پھرنا جاری تھا، ڈاکٹروں نے آرام کرنے کے لیے کہا تھا، مگر اس کے باوجود زیارتِ حرمین شریفین (عمرہ) کی غرض سے روانہ ہو گئے۔ خانۂ خدا اور روضۂ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کر کے جب وطنِ عزیز واپس آئے تو کچھ دنوں کے بعد ۲۸/ فروری ۲۰۱۸ء کو تقریباً دن کے ایک بجے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا موصوف نے تقریباً ۸۰/ سال کی عمر پائی، تدفین کا عمل شیلانگ، میگھالیہ میں انجام پایا۔

مولانا موصوف حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے اور آپ کی خدمت کا موقع بھی میسر ہوا۔ مولانا موصوف کو خانقاہ کچھوچھہ مقدسہ اور خانقاہ حسینی حضوری سرایا شریف اعظم گڑھ سے دلی لگاؤ تھا۔ مولا تعالیٰ مولانا موصوف کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انھیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سربراہِ اعلیٰ دار العلوم غوثیہ حضوریہ، سرایا شریف، اعظم گڑھ

صدائے باز گشت

اہل سنت کا علمی وفکری انحطاط

مکرمی! سوال یہ ہے کہ عالم اسلام کی عظمتوں کے وارث، صحابہ و سلف صالحین کے عقائد و نظریات کے علمبردار، کیا اہلسنت بتدریج زوال پذیر ہیں؟ کیا اہلسنت اپنا علمی و فکری مقام قائم رکھنے میں مکمل ناکام ہو چکے ہیں؟ کیا اہلسنت کے درمیان اب پہلے جیسے علما، دانشور اور قلم کار ناپید ہو چکے ہیں؟

اسباب، وجوہات اور تدارک؟

عدمِ مطالعہ: حتی کے شعلہ بیان مقررین بھی مطالعہ سے کوسوں دور ایک شعلہ بیان مقرر سے پوچھا: حضرت! یہ ہر جگہ ایک ہی جیسی تقریر کیوں؟

جواب ملا: منتظمین جلسہ کی خواہش یہ ہی تھی۔

گویا عوام یہ چاہتے ہیں کہ جو تقریر ان کے قلب و اذہان کو لذت فراہم کرے وہ تقریر کی جائے اور یہ مقررین اپنے لفافے کو حلال کرنے دوسرے معنی میں اگلے لفافے کو پکا کرنے کا مکمل انتظام بھی فرمالیں۔

یہ مقررین کبھی بھی قوم کو مطالعہ کی جانب راغب نہیں کریں گے، کتب بینی کا شوق اگر پیدا ہو گیا تو یہ ان شعلہ بیان مقررین کی موت ہوگی اور ایک مفاد پرست مقرر ایسا کبھی نہیں چاہے گا، اپنی مارکیٹنگ کے لیے دوسرے مقررین کی دستار اچھالنا بھی ان نادانوں کا بڑا اہم ہدف ہوتا ہے، تربیت سے عاری افراد جب قوم کی تربیت قوم کی ذہنی و قلبی خواہش (عیاشی) کے مطابق کریں گے تو سوچیے جب ہر شاخ پر ایسے مقررین بیٹھے ہوں تو انجام گلستاں کیا ہوگا؟

موجودہ نظریاتی جنگ میں اغیار کا مقابلہ کرنے کے لیے اہل سنت کا دامن علم وفکر کے اسلحے سے خالی ہے۔

تدارک: فروغ مطالعہ، کتب کی کثرت سے اشاعت اور فروغِ کتب کی مہم، تراجم کی ہنگامی بنیادوں پر ضرورت

اہلِ علم کی ناقدری: اس میدان میں ایسے کئی ستارے ملتِ اسلامیہ کے دامن میں آج بھی چمک رہے ہیں ----اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے میرا مشاہدہ یہ رہا کہ ہم نے اپنے ان ستاروں کی چمک کو ماند کر دیا ان ہیروں کو روند ڈالا اور کانچ کے ٹکڑوں کو ہیروں سے تشبیہ دے کر لاشعوری طور پر ملتِ اسلامیہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا۔

امام اہلسنت نے فرمایا تھا کہ "جس کو جس فن میں ماہر دیکھو فکر معاش سے اسے آزاد کر کے اس سے دین کی خدمت لو۔"

دنیا نے اس فارمولے پر خوب عمل کیا، یہ فارمولہ کوئی نیا فارمولہ نہیں، یونان کی سرزمین پر بھی اس پر عمل ہوا اور آج مغربی فکر کی بنیادوں میں کئی ستون اسی فارمولے کے مرہونِ منت ہیں، اسلامی خلافت میں اس فارمولے کو دیکھیے تو آپ دیکھیں گے بادشاہوں کے محل میں یہودی اور عیسائی ماہرین فن کی قدر و منزلت کی گئی، بادشاہوں نے دنیا بھر کے ماہرینِ علم کو اپنے ساتھ رکھا اور ان کی قدر و منزلت کی اور آج بھی! آج بھی اگر آپ مغرب کو دیکھیں تو وہ ترقی پذیر ممالک کے ان ذہین نوجوانوں کو بھاری بھر کم قیمت پر اپنے ہاں لے جاتا ہے اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرتا ہے۔

تدارک: اہلِ علم کی قدر کیجیے ان کے کا جائز حق ان کو دیجیے ان کی خدمت کم از کم سترہ گریڈ کے افسر کے مطابق کیجیے۔

خانقاہی نظام کی زبوں حالی: ۔ خانقاہی نظام کی زبوں حالی بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں شخصیت سازی کے یہ ادارے تقریباً مال بنانے کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ کروڑوں کے گنبد بنائے جا رہے ہیں لیکن علمی کام صفر۔ اعراس بزرگانِ دین کی اہمیت اپنی جگہ مسلم مگر ترجیحات کا تعین کہیں نظر نہیں آتا۔

تدارک: جانشینی کے تصور کو ختم کر کے اہل علم کے ہاتھوں میں خانقاہی نظام کو دیجیے جیسے ہمارے بزرگوں کا طریقہ کار تھا۔ اب تو آپ اگر پیسے والے ہیں ڈاڑھی ہے یا نہیں نماز پڑھتا ہے یا نہیں معاملات جیسے بھی ہوں خلافت مل جاتی ہے۔ اس گھٹیا اور غلیظ روایت کو ختم کیجیے اور ایسے لوگوں کو ہرگز ہرگز اپنی دینی محافل کی زینت مت بنائیے۔

سیاسی ابتری: سیاسی طور پر اہل سنت کا ایک گروہ درباری طائفہ نظر آتا ہے تو دوسرے میں سیاسی بصیرت و حکمت عملی کا اس درجہ تک فقدان ہے کہ ان کے پاس دھرنے، احتجاج کے سوا کچھ اور حکمتِ عملی نہیں۔ بھئی کیا یہود و نصاریٰ نے اپنے عروج کے لیے سیاسی دھرنے دیے تھے؟ مسلکی و مذہبی، قومی و بین الاقوامی تنظیمیں محض دھرنوں اور احتجاج پر ہی زندہ ہیں؟

عزیزم! یہ سیاست، یہ اقتدار، یہ مدارس، یہ مساجد اور یہ خانقاہیں مقصد نہیں ہیں مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم ان ذرائع کو مقصد سمجھ بیٹھتے ہیں اور جب مقصد ہاتھ نہیں آتا اور آئے بھی کیسے، مقصد کا قصد تو کیا ہی نہیں ذرائع کو ہی مقصد سمجھ لیا اب جب ناکام ہوتے ہیں تو حوصلہ ہارنے کے ساتھ اس کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالتے ہیں۔

مقصد کا تعین کر کے ادارے قائم کیجیے تحریک سے تنظیم کا سفر آسانی طے ہو جائے گا۔

از: محمد اسمٰعیل بدایونی

معصوم شہدا کی لاشیں اور ہماری بے حسی

ننھے منے بچو! غصہ مت کرو! تم تو اب رب کی جوار رحمت میں ہو، خاتون جنت فاطمہ زہرا کی ردائے تطہیر کی مقدس فضاؤں میں سانسیں لے رہے ہو! مدنی آقا ﷺ کی عظمت بھری چادر مبارک میں میٹھی نیند سو رہے ہو! رب کی الفتیں اور رحمتیں تمھاری بلائیں لے رہی ہیں۔ تم تو علی مرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرب خاص حاصل کر چکے ہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ نظریں تمھارے خون آلود دمکتے چہرے کا بوسہ لے رہی ہیں، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل وانصاف تمھاری ننھی اور معصوم شہادت پر وارے جارہا ہے، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخا اور ان کی بے کراں حیا بڑھ بڑھ کر تمہیں لوریاں سنا رہی ہیں۔ مجھے ایک بات اور بتا دو! تم نے اتنی کم سنی میں یہ جرات کیسے کرلی؟ تم نے شہادت کا جام بڑھ کر کیوں نوش کرلیا؟ کیا تم کو پتہ نہیں تھا کہ قوم مسلم صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہے، اس قوم کی غیرت وحمیت کا جنازہ بہت پہلے پڑھا جا چکا ہے۔ مسلمان دنیا میں ہیں کہاں؟ یہ تو چلتی پھرتی لاشیں ہیں، بے روح جسم کے ڈھانچے ہیں جو اپنے لیے مرثیہ خواں ڈھونڈ رہے ہیں۔ تم نے کیا سمجھا تھا کہ مکہ اور مدینہ جیسے مقدس ترین شہروں پر حکمرانی کرنے والے، کالی دولت کھا کر دل ودماغ کالا کرنے والے مسلمان ہیں اور یہ کہ تمھاری شہادت ان کے ضمیر کو بیدار کرکے ان کو مرد بنا دے گی؟ نہیں وہ مسلمان نہیں ہیں وہ تو یہودیوں کے بیٹے ہیں جو تمھاری شہادت پر جشن کا ماحول برپا کرنے کی تیاری کر چکے ہیں۔ تم کیا سمجھتے تھے کہ کم عمری میں شہید ہونے کی وجہ سے تمھارے خون کے پاکیزہ قطرے تمھاری قوم کو محمد بن قاسم عطا کردیں گے یا حضرت خالد بن ولید کا جذبہ جہاد تمھاری قوم میں پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے نہیں ہر گز نہیں! تمھاری شہادت صرف تمھارے لیے مفید ہے، تمھاری قوم کے لیے نہیں کتنا بھی بڑا حادثہ ہو جائے مردہ دلوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

معصوم شہدا کی آوازیں: تصورات کی دنیا تھم سی گئی، خوبصورت ننھی، معصوم اور خون میں لت پت ۱۰۰ / سو سے زائد کلیاں میرا مذاق اڑانے لگیں اور میرے فکری تانے بانے کی بخیاں ادھیڑنے لگیں۔ کئی آوازیں ایک ساتھ میری سماعتوں سے ٹکرائیں۔ اے بلبل بے نوا! اے اپنی قوم کے مرثیہ خواں! اے بارگاہ رسالت کا بے پر عندلیب! سن اور غور سے سن!! ہم نے بے ضمیر اور بے ہمت اور جماعت نسواں سے بدتر مردان عرب کو جگانے کے لیے شہادت کا جام نہیں اٹھایا، یہ ہماری قسمت تھی کہ رب نے ہمیں ایسے وقت میں شربت دید سے سرفراز فرمایا جب ہم اس کی صفات اپنے سینے میں بسا چکے تھے۔ او! دنیاوی لذات گناہ سے ہم آشنا! لطف وکرم کے باران کرم سب کے لیے نہیں ہوتے۔ یہ تو ہمارے لیے انعام خداوندی تھے اور قوم کے لیے تازیانہ عبرت۔ ہاں ہاں! ہم لوگوں کو معصوم شامی بچوں کی شہادت کا غم کھائے جا رہا تھا، ہم لوگ امریکی کھلونوں کی گھڑگھڑاہٹ کی آواز سن کر آسمانی آیات کی تلاوت کرتے۔ میٹھی، سریلی مدھ بھری قدسی آواز ہمیں بے خود کردیتی تھی ہم نے کبھی ان گیدڑوں کے کھلونے سے خوف نہیں کھایا، ہم اپنی قوم کو غلامی کی زنجیریں توڑنے کا پیغام دینا چاہتے تھے۔ ہمیں یہی راستہ رب نے دکھایا اور ہم نے اپنی قوم کی بے حسی توڑنے کے لیے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔ اے بلبل ہندی!! اگر یہ قوم اب بھی نہ جاگی تو پوری قوم سے کہہ دینا کہ ان کی نظروں کے سامنے ان کی آنکھوں کے تارے خدا کی الفت میں ڈوب کر دشمن کے ہاتھوں شراب شہادت نوش کرلیں گے۔ مسلمانوں کی آنے والی نسل کم سے کم تر ہو جائے اور نہایت ڈرپوک بزدل ہو جائے اس لیے دشمن اب بچوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، جب تک جوان آگے بڑھ کر دشمن کے سامنے سینہ سپر نہ ہو جائیں بچے اسی طرح ہی خدا کی طرف کوچ کرتے رہیں گے۔ کہہ دو اپنی قوم سے کہ خیر چاہتی ہے تو زندہ ہو جائے اور مسلمان ہو جائے۔ عرب سے بھی کہہ دو ان کی قسمت میں تباہی لکھ دی گئی ہے، وہ بھی اپنے ہی ہاتھوں تباہی کے لیے تیار رہیں۔ کہہ دو تاریخ لکھنے والوں سے کہ وہ تاریخ نہ لکھیں قلم سنبھال کر رکھیں کیونکہ تباہی کی داستان لکھتے ہوئے سیاہی کم پڑ جائے گی۔ آج اگر افغانستان میں تباہی کا سیلاب آیا ہے تو پاکستان بھی آسانی سے نہیں بچے گا۔ اگر عراق وشام جل رہا ہے اور فلسطین غموں اور طوفانوں کے سمندر میں حوصلے کے ساتھ ڈبکیاں لگا رہا ہے تو حجاز کے ساتھ یہ نجد کی دھرتی بھی محفوظ نہیں رہے گی۔ یہ شیوخِ عرب اب اور زیادہ دنوں تک عیاشیاں نہیں کر پائیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں میں مزید دھول جھونکنا مشکل ہو گیا ہے۔ اللہ نے اسرائیل کو ایک مضبوط عذاب بنا کر اس لیے وہاں مسلط کر رکھا ہے کہ مسلمان کہلانے والوں کو اس کی عیاشی کی بھرپور عبرت ناک سزا دے!۔

از: فیاض احمد مصباحی شراوستی

Email:-faiyazmisbahi@gmail.com

بریلی شریف میں علامہ ابراہیم خوشتر سیمینار و کانفرنس

مفتی محمد سلیم بریلوی

ایک تاریخ ساز اقدام: حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کی یہ تمنا، خواہش اور کوشش رہی ہے کہ مرکز اہل سنت کی معنویت برقرار رہے۔ علمائے اہل سنت کی یہاں سے بھرپور وابستگی رہے۔ آپس کے ذاتی معاملات افہام و تفہیم کے ذریعہ حل کیے جائیں۔ اہل سنت و جماعت کی قوت کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے۔

ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے کہ راقم الحروف، مولانا ابرارالحق رحمانی اور ڈاکٹر پرویز صدیقی، ہم لوگ حضرت صاحب سجادہ کی نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رات کے تقریباً ۱۲ ربج چکے تھے۔ ڈاکٹر پرویز صاحب نے گفتگو کے دوران فرمایا کہ حضرت تاج الشریعہ مدظلہ کی طبیعت کافی علیل ہے۔ یہ سننا تھا کہ اچانک فرمایا: چلو میں بھی دیکھنے چلتا ہوں۔ فوری طور پر ڈاکٹر پرویز صاحب نے مفتی محمد عاشق حسین کشمیری سے فون پر بات کی کہ حضرت سبحانی میاں حضرت تاج الشریعہ کی عیادت کو آنا چاہتے ہیں۔ اس وقت آنا کیسا رہے گا؟ کیا ملاقات وزیارت ہو جائے گی؟ اُدھر سے انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور ادھر سے ہم حضرت صاحب سجادہ کے ساتھ حضرت تاج الشریعہ کے دولت کدے پر چلے گئے۔ پہلے حضرت اندر تشریف لے گئے اُس کے بعد ہم لوگوں کو بھی باریابی کی اجازت مل گئی۔ کافی دیر تک ہم لوگ وہاں بیٹھے رہے۔ حضرت صاحب سجادہ مفتی عاشق حسین سے حضرت کی طبیعت اور علاج و معالجہ کے سلسلہ میں گفتگو کرتے رہے۔ اِسی درمیان ناشتہ بھی آگیا۔ ناشتے کے بعد جب وہاں سے رخصت ہونے کو ہوئے تو حضرت نے مفتی عاشق حسین سے فرمایا کہ حضرت کا ہاتھ میرے سر پر رکھوا دو۔ چونکہ حضرت دوائیں کھا کر محوِ آرام تھے اس لیے مفتی عاشق حسین نے انتہائی آہستگی کے ساتھ حضرت تاج الشریعہ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس درمیان حضرت صاحب سجادہ اپنے سر سے ٹوپی اُتار کر اپنا سر حضرت کے قریب لے جا چکے تھے۔ اُنھوں نے حضرت تاج الشریعہ کا ہاتھ حضرت صاحب سجادہ کے سر پر رکھوایا۔ اس کے بعد حضرت نے اُن کا نورانی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے ہونٹوں سے اُسے بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا۔ یہ منظر انتہائی دلگیر تھا۔ حضرت صاحب سجادہ کی آنکھیں اشک آلود تھیں۔ حضرت بھی بیدار ہو گئے۔ تب مفتی عاشق حسین نے بتایا کہ حضرت سبحانی میاں، ڈاکٹر پرویز اور میرا نام لیا کہ یہ حضرات عیادت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ حضرت نے اثبات میں جواب دیا اور پھر محوِ آرام ہو گئے۔

آپ کی خواہش کی تکمیل کی صورت یہ نکلی کہ علامہ ابراہیم خوشتر کے شہزادے محمد میاں خوشتر اور کچھ احباب مرکز اہل سنت پر تشریف لانے کے لیے آمادۂ سفر ہوئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ علامہ خوشتر کے حوالہ سے مرکز اہل سنت میں کوئی محفل منعقد کی جائے۔ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت صاحب سجادہ نے "علامہ ابراہیم خوشتر سیمینار و کانفرنس" کے انعقاد کا فیصلہ فرمایا اسی کے ساتھ آپ نے سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے قل شریف کی محفل میں اسے ضم کر دیا۔ نیز آنے والے صد سالہ عرس رضوی کو تاریخ ساز بنانے کے لیے "ایک مشاورتی اجلاس" بھی اس میں شامل کر دیا۔

اس سیمینار و کانفرنس کے نام پر ہندوستان کے کئی خطوں سے ارباب علم و دانش، مصنفین اور اصاغر و اکابر مضمون نگار حضرات کو علامہ ابراہیم خوشتر کی حیات و خدمات کے گوشوں پر مضمون لکھنے اور مقالے کے ساتھ اس سیمینار و کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ الحمدللہ! حضرت کی اس آواز پر تقریباً سبھی نے لبیک کہا۔ جتنے حضرات کو بھی دعوت دی گئی تھی ایک دو کو چھوڑ کر تقریباً سارے حضرات جمع ہو گئے۔ مقامی و بیرونی اصاغر و اکابر علما کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز تھی۔ سبھی حضرات خوش تھے۔ یہ سیمینار حضور صاحب سجادہ سبحانی میاں مدظلہ النورانی کی سرپرستی، صاحب سجادۂ آستانۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری مدظلہ کی صدارت میں اور عالیجناب محترم سید آصف میاں کے زیر نگرانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کے بینر تلے مؤرخہ ۶ ر رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/۲۵ مارچ ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوا مگر زیادہ تر مندوبین مؤرخہ ۲۴ ر مارچ ہی کو تشریف لے آئے تھے۔

مہمانان خصوصی: (۱) محترم محمد میاں خوشتر صدیقی، انگلینڈ (۲) محترم صاحبزادہ احسن محمد خوشتر صدیقی انگلینڈ (۳) الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس (۴) الحاج محمد فیصل نورانی، ماریشس (۵) الحاج جان محمد رضوی، ماریشس (۶) الحاج نذیر حسین رضوی، ماریشس (۷) الحاج علی محمد خدا بخش رضوی، انگلینڈ۔

سیمینار کی چند جھلکیاں: مؤرخہ ۲۵ ر مارچ نماز فجر کے بعد ٹھیک آٹھ بجے عرس خواجہ کی محفل کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور میلاد پاک کے قدیمی معمول سے کر دیا گیا۔ ۹:۳۰ بجے سلطان الہند سیدی سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا قل شریف ہوا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر المدرسین حضرت مولانا مفتی محمد عاقل رضوی اور حضرت مفتی محمد انور علی رضوی نے ایصال ثواب کیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے سیمینار کی کاروائی شروع کر دی۔ سب سے پہلے عناوین کی فہرست شرکائے سیمینار کے سامنے پیش کی گئی۔ ان عناوین پر کتنے مقالات آئے وہ تفصیل بھی سامنے رکھی۔ سب سے پہلے علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے رفیق مفتی عبدالواجد قادری رضوی

مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

کومقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ ان کے بعد ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی کو دعوت دی گئی انہوں نے بھی عمدہ انداز میں اپنا مقالہ پیش کیا پھر یکے بعد دیگرے مندوبین آتے رہے اور اپنے مقالات کے مخصوص گوشے پڑھ کر سناتے رہے۔ مفتی شمشاد حسین بھاگل پوری نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

خطبۂ استقبالیہ: حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب مدظلہ النورانی کی طرف سے راقم الحروف نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

خطبۂ صدارت: صاحب سجادۂ آستانۂ اعلیٰ حضرت حضرت الحاج الشاہ محمد احسن رضا قادری مدظلہ کی طرف سے خطبۂ صدارت حضرت مولانا مفتی محمد عاقل رضوی نے پیش فرمایا آپ نے فرمایا کہ حسام الحرمین کا فتویٰ جماعت کا نقطۂ اتحاد ہے۔ اسے اگر اختلافی بنا دیا گیا تو جماعت کا اتحاد بھی پارہ پارہ ہو جائے گا بلکہ جماعت کا تشخص و امتیاز ہی ختم ہو جائے گا۔ ہم میں اور گمراہ فرقوں میں یہی تو ایک خط امتیاز ہے جسے ختم کرنے کی کچھ تخریب کار کوشش کر رہے ہیں۔ حسام الحرمین میں جن لوگوں کی نام بنام تکفیر کی گئی ہے وہ بالکل قطعی ہے کہ جو اُن کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ آپ حضرات جماعت کا قلب و ذہن ہیں۔ جماعت پر آج جو چوطرفہ یلغار ہو رہی ہے اسے آپ ہی حضرات کو روکنا ہے۔ جو لوگ سازش کرکے جماعت کے اتحاد کو ایک افتراق میں بدلنے کی کوشش میں لگے ہیں ان کی شاطرانہ چالوں کو ناکام بنانا ہے۔ اس سلسلہ میں مرکز کو آپ کے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے آنے کو مبارک و مسعود فرمائے۔ آمین

بریلی شریف کی مرکزیت کو توڑنے اور اسے اختلافی بنانے کے لیے جو تخریب کار وقتاً فوقتاً شگوفے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اُن کا محاسبہ اور ان کی گرفت کرتے ہوئے علامہ یٰسین اختر مصباحی نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک بار لکھنؤ میں ٹرین سے حضرت مفسر اعظم بریلوی (علیہ الرحمہ) فرسٹ کلاس کے ڈبے میں سفر کرنے والے تھے، ساتھ ہی حضرت مفتی عبد الواجد بھی تھے۔ اسٹیشن پر بیٹھنے کے بعد حضرت مفسر اعظم ہند نے مفتی عبد الواجد کو حکم دیا کہ دیکھیے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسی ٹرین سے حضرت محدث اعظم ہند بھی کہیں کا سفر کرنے والے ہیں، اُن کو تلاش کرکے آپ اسی ڈبے میں لاؤ تاکہ ہم لوگ ایک ساتھ چلیں اور دینی و علمی گفتگو بھی ہو۔ یہ گئے اور تلاش کرکے پیغام پہنچایا حضرت محدث اعظم ہند تک۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ چلو میں آتا ہوں۔ خیر وہ ڈبے میں تشریف لائے تو ڈبے میں گھسنے سے پہلے ہی حضرت مفسر اعظم ہند اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور دونوں گلے ملے، دست بوسی کی، اس کے بعد ایک دوسرے کی قدم بوسی کی۔

ہندوستان کی تاریخ میں میں نے پڑھا ہے کہ پنجاب کی سرزمین، صدیوں سے وہاں کے رہنے والے، وہاں کے باشندے یعنی پنجابی جو ہیں طاقتور ہوتے رہے ہیں اور تاریخ میں ان کو ہندوستان کا "بازوئے شمشیرزن" کہا گیا ہے۔ پنجاب ہندوستان کا بازوئے شمشیرزن ہے تو میں اپنے علم و مطالعہ، اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر ببانگ دہل آج بھی کہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بریلی شریف کا آج "بازوئے شمشیرزن" ہے۔ اعلیٰ حضرت پر، حجۃ الاسلام پر، مفتی اعظم ہند پر جو آنکھ اٹھائے گا ان شاء اللہ اشرفیہ اس سے خود ہی سمجھ لے گا۔ آج کچھ لڑکے جن کے پاس نہ علم ہے نہ تجربہ ہے نہ مشاہدہ ہے نہ بزرگوں کی سرپرستی ہے۔ نہ اللہ کی طرف سے توفیق ہے وہ اچھل کود کر رہے ہیں۔ ان کا حساب کتاب جو ہے وہ کرنے کے لیے مرکز کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس کا بازوئے شمشیرزن جو ہے وہی ان کو ان کی صحیح جگہ تک پہنچا دیگا کہ یا تو ہدایت لو، راہ راست پر آؤ، کوشش، خواہش، دعا یہی ہونی چاہیئے اور اگر نہیں آتے تو پھر تمھاری جگہ جو ہے جہاں ہے وہیں ہم پہنچا دیتے ہیں۔

اس موقع پر علامہ محمد احمد مصباحی نے اپنے خیالات کا اظہار یوں فرمایا:

مولانا محمد ابراہیم خوشتر کے اسم گرامی اور اُن کے نام پر یہ سیمینار ہماری پوری جماعت کے لیے فال نیک ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (مدظلہ) نے اس موقع پر ملک بھر سے منتخب اور چیدہ علمائے کرام کو جمع کیا اور جب مرکز کی توجہ لوگوں کو یکجا کرنے پر، متفق کرنے پر اور مسلک و ملت کو قوت پہنچانے پر مبذول ہو گئی تو یقیناً اس کے اثرات اور فائدے بھی اسی طرح سے ہونگے۔ انفرادی طور پر لوگ کوششیں کرلیں وہ زیادہ بااثر اور زیادہ قوی نہیں ہوں گی لیکن حضرت صاحب سجادہ کو جو فکر لاحق ہے اور جس انداز سے وہ لوگوں کو جمع کرنے اور دین و ملت کے نام پر مجتمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ نہایت ہی فال نیک ہے اور اس پر ہم ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جامعہ منظر اسلام پہلے سے بہت بدل چکا ہے اور ہم پہلے بھی آتے تھے، اب بھی آتے ہیں یہ حضرت صاحب سجادہ کی نیک دلی، ان کے خلوص اور ان کی عالی ظرفی کا نتیجہ ہے کہ یہ حالات بہت ہی تبدیل ہو چکے ہیں اور ہر طرح سے یہاں دینی و علمی کام بحسن و خوبی انجام پا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ غیر درسی امور بھی بخوبی ہو رہے ہیں جن کا ایک نمونہ یہ سیمینار ہے۔

حضرت مولانا مختار احمد قادری نے اپنے تاثرات پیش کیے۔

قاری عبد الرحمٰن خان قادری نے "علامہ خوشتر کی نعتیہ شاعری کے فنی امتیازات" پر بہترین مقالہ پیش فرمایا۔ ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ نے "کلام خوشتر میں رنگ رضا کا انعکاس" کے عنوان پر بہت ہی خوبصورت مضمون پڑھ کر سنایا۔ "فروغ رضویات میں علامہ خوشتر کا کردار" کے عنوان پر حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری نے انتہائی وقیع مقالہ پیش فرمایا۔ مولانا محمد عیسیٰ رضوی نے "افکار رضا کی ترسیل میں علامہ خوشتر کا کردار" کے عنوان پر اپنے مضمون کی چند جھلکیاں پیش کیں۔ اس موقع پر مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جامعہ رضویہ منظر اسلام اور مرکز کے سارے شعبے بحسن و خوبی خلوص و للّٰہیت کے ساتھ دینی و مسلکی اور علمی و تحقیقی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آج منظر اسلام کا شہرہ ہر

طرف ہے، لوگ اس کے نظام تعلیم کی تعریفیں کر رہے ہیں، یہ سب نکھار صاحب سجادہ حضور سبحانی میاں مدظلہ کی نیک نیتی اور خلوص کا ثمرہ ہے۔

وہ مقالہ نگار حضرات جو شریک سیمینار رہے:

(۱) علامہ خوشتر کبھی ایشیا اور کبھی یورپ میں چند خوشتر ملاقاتیں۔ مفتی عبد الواجد ہالینڈ (۲) علامہ خوشتر سے میری تین ملاقاتیں ۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی (۳) علامہ خوشتر کی خدمات کے چند نقوش۔ علامہ محمد احمد مصباحی (۴) کلام خوشتر میں عقائد اہل سنت اور عشق رسول کی جلوہ باریاں ۔ مولانا مختار احمد قادری ہیرٹوی (۵) افکار رضا کی ترسیل میں علامہ خوشتر کا کردار۔ مولانا محمد عیسٰی رضوی (۶) تذکرۂ جمیل مہجری ادب کا ایک عظیم شاہکار۔ مفتی شمشاد حسین بدایونی (۷) علامہ خوشتر اور ریحان ملت ایک مثالی رفاقت۔ ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی منظر اسلام بریلی شریف (۸) علامہ خوشتر کی شاعری کے فنی محاسن۔ قاری عبد الرحمٰن خان قادری، منظر اسلام بریلی شریف (۹) کلام خوشتر میں رنگ رضا کا انعکاس ۔ ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ (۱۰) قسیم بخشش میں فنی محاسن اور اعتقادی خصائص کے جلوے۔ مولانا محمد اختر رضوی کوکب بریلوی، منظر اسلام بریلی شریف (۱۱) علامہ خوشتر کے خانگی حالات۔ سید کفیل احمد ہاشمی قادری، منظر اسلام بریلی شریف (۱۲) علامہ خوشتر ایک مخلص داعی و مبلغ ۔ مفتی محمد عاقل رضوی، پرنسپل منظر اسلام بریلی شریف (۱۳) علامہ خوشتر کا سوانحی خاکہ ایک نظر میں۔ سید شاکر علی برکاتی، منظر اسلام بریلی شریف (۱۴) علامہ خوشتر کی بریلی شریف سے وابستگی۔ مفتی محمد انور علی رضوی، منظر اسلام بریلی شریف (۱۵) علامہ خوشتر بحیثیت مفسر قرآن۔ مفتی محمد معین الدین خاں، منظر اسلام بریلی شریف (۱۶) سماحۃ الشیخ ابراہیم خوشتر والتعرف علیٰ الرضا علیٰ السطح العالمی۔ مولانا محمد طاہر رضوی، منظر اسلام بریلی شریف (۱۷) علامہ خوشتر اور حضرت صاحب سجادہ۔ محمد سلیم بریلوی منظر اسلام بریلی شریف (۱۸) علامہ خوشتر کی چند خدمات کا تعارف مفتی محمد جمیل خاں قادری، منظر اسلام بریلی شریف (۱۹) علامہ خوشتر کی فقہی بصیرت۔ مفتی محمد افروز عالم نوری۔ منظر اسلام بریلی شریف (۲۰) علامہ خوشتر بحیثیت نثر نگار۔ ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلی شریف (۲۱) علامہ خوشتر ایک کامیاب مبلغ و داعی اور عالمی سفیر امن۔ مولانا غلام مصطفی نعیمی، ایڈیٹر سواد اعظم دہلی (۲۲) علامہ خوشتر کی خانوادۂ رضا سے عقیدت و وابستگی۔ مفتی محمد رفیق عالم، جامعہ رضویہ نوریہ بریلی شریف (۲۳) علامہ خوشتر کی نعتیہ شاعری میں رنگ مدینہ۔ مولانا صغیر اختر رضوی جامعہ نوریہ بریلی شریف (۲۴) علامہ خوشتر کا عشق رسول نعتیہ شاعری کے آئینے میں ۔ مولانا محمد ساجد رضا، دار العلوم غریب نواز کشی نگر (۲۵) سنی رضوی سوسائٹی کے ذریعہ علامہ خوشتر کی دینی خدمات ۔ مولانا محمد قمر رضا منظری، خطیب و امام سنی رضوی جامع مسجد ماریشس (۲۶) تذکرۂ جمیل اور اصول تذکرۂ نگاری۔ مولانا محمد ساجد علی مصباحی ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور (۲۷) قسیم بخشش کا لسانی و فنی جائزہ۔ ڈاکٹر شمیم احمد رضوی بریلی شریف (۲۸) رضا کار رضا خوشتر جمال پوری۔ مولانا حافظ محمد ہاشم صدیقی جمشید پور (۲۹) کلام خوشتر میں مضامین کی بندش۔ مولانا اختر حسین فیضی جامعہ اشرفیہ مبارک پور (۳۰) تذکرۂ جمیل اور فن سوانح نگاری۔ مفتی نثار احمد خان نظامی، فیض آباد (۳۱) تذکرۂ جمیل ادبی نگار خانے میں ۔ مولانا محمد رئیس اختر رضوی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۳۲) علامہ خوشتر کے مضامین کا تعارف و تجزیہ۔ مولانا غلام سرور قادری، القلم فاؤنڈیشن پٹنہ (۳۳) علامہ خوشتر اور دعوت فکر و عمل۔ شہزادۂ فقیہ ملت مولانا ازہار امجدی ازہری، بستی (۳۴) حجۃ الاسلام کے اولین سوانح نگار علامہ ابراہیم خوشتر۔ ڈاکٹر ممتاز عالم رضوی۔ رکن القلم فاؤنڈیشن پٹنہ (۳۵) حیات خوشتر تاریخ کے آئینے میں ۔ محمد سلیم بریلوی، منظر اسلام بریلی شریف (۳۶) علامہ خوشتر بحیثیت قلم کار۔ مولانا عبد السلام رضوی، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف (۳۷) علامہ خوشتر پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت۔ علامہ محمد حنیف خاں رضوی، بانی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف (۳۸) علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی کی نعتیہ شاعری۔ حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی جمشید پور (۳۹) فکر رضا کی اشاعت میں علامہ عبد العلیم میرٹھی اور علامہ خوشتر کا حصہ (۴۰) مولانا عمران رضا سنبھلی، استاذ حامدیہ اشرفیہ سنبھل (۴۱) سیاح خشک و تر مبلغ اسلام علامہ خوشتر۔ مفتی محمد ایوب خاں نوری، منظر اسلام بریلی شریف (۴۲) آپ کی خدمات کو زمانہ یاد کرے گا۔ مولانا محمد آفاق رضا برکاتی رضوی، دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف (۴۳) سماجی اصلاح اور علامہ ابراہیم خوشتر۔ مولانا صابر رضا رہبر مصباحی، سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب پٹنہ (۴۴) علامہ خوشتر کی شاعری کے فنی محاسن اور خصوصیات۔ مولانا نفیس احمد رضوی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

(۴۵)Maulana Ibraheem Khushtar as a literary Figure-with special reference to the famous biography 'Tazkira-e-Jameel'

By Khawaja Mohd Kaleem Ashraf Sambhali, Principal Pre Higher Secondary School Sambhal

(۴۶)Unique Friendship of Allama Khushtar and Sadrul Ulma -By Maulana Muhammad Shamveel, Barilly Sharif.

(۴۷) تذکرۂ جمیل خصوصیات و امتیازات ۔ مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی، ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف (۴۸) علامہ خوشتر اور حضرت صدر العلما ایک مثالی رفاقت ۔ ڈاکٹر محمد شکیل رضوی، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف (۴۹) علامہ خوشتر اور درس قرآن خصوصیات و امتیازات۔ مولانا ریاض الحسن منظری، ماریشس (۵۰) علامہ خوشتر اور خانوادۂ خوشتر۔ احسن محمد خوشتر صدیقی، انگلینڈ (۵۱) علامہ خوشتر کی عالمی سطح پر مسلکی خدمات۔ مولانا محمد غفران رضا رضوی، ماریشس (۵۲) علامہ خوشتر ایک مشفق و مہربان مربی۔ صاحبزادہ محمد میاں خوشتر صدیقی، انگلینڈ (۵۳) علامہ خوشتر میرے مرشد میرے رہنما۔ الحاج

نوشاد علی جواتا،ماریشس (۵۴) علامہ خوشتر اور ان کے محب گرامی مفتی عبد الواجد قادری۔ مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی، دارالافتا اہل سنت الجامعۃ الواحدیہ دربھنگہ (۵۵) علامہ خوشتر ایک ہمہ جہت شخصیت۔ مولانا محمد آصف رضا برکاتی۔ سنی رضوی سوسائٹی پورٹ لوئس، ماریشس (۵٦) علامہ ابراہیم خوشتر اور کیپ ٹاؤن میں فروغ رضویات۔ مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹ (۵۷) تذکرہ نگاری میں تذکرۂ جمیل کا مقام۔ مولانا محمد گلفام نوری منظری جامع ازہر مصر (۵۸) علامہ خوشتر اور اصلاح معاشرہ۔ مولانا محمد نجیب رضا منظری، پرنسپل جامعہ رضویہ مظہر اسلام گرسہائے گنج (۵۹) علامہ خوشتر کے مضامین کی اہمیت و معنویت ۔ مولانا محمد خورشید منظری مظہر اسلام بریلی شریف (٦۰) علامہ خوشتر بحیثیت ایک مناظر۔ مفتی محمد راحت خاں قادری، بریلی شریف (٦۱) علامہ خوشتر بحیثیت عاشق اعلیٰ حضرت۔ مولانا زاہد علی سلامی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور (٦۲) علامہ خوشتر کی مسلکی خدمات۔ قاضی شہید عالم رضوی، جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف (٦۳) تذکرۂ جمیل کا نثری اسلوب۔ مولانا مبارک حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ۔

وہ مقالہ نگار حضرات جو شریک سیمینار نہ ہو سکے: (۱) علامہ خوشتر اور مفتی محمد خلیل خاں قادری۔ حافظ سید عطا بخاری برکاتی (۲) عالمی سطح پر مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت میں علامہ خوشتر کی مساعی جمیلہ۔ مولانا شمیم اشرف صاحب ازہری، ماریشس (۳) حیات خوشتر کے چند روشن نقوش۔ سید مظفر شاہ اختر القادری، پاکستان (۴) علامہ خوشتر کی دعوتی و تبلیغی خوبیاں۔ علامہ بدر القادری ہالینڈ (۵) سیدی محدث اعظم پاکستان اور علامہ خوشتر۔ علامہ حسن علی میلسی (٦) علامہ خوشتر اور اکابر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ پروفیسر دلاور خاں (۷) افریقہ میں علامہ خوشتر کی خدمات۔ مولانا محمد عثمان سلہری، دار العلوم پری ٹوریا افریقہ (۸) علامہ خوشتر کا ایک یادگار انٹرویو۔ مفتی احمد میاں برکاتی (۹) علامہ خوشتر اور درس قرآن مفتی محمد حسن رضا (۱۰) ہفتۂ خوشتر کی خوبیاں۔ مولانا محمد قاسم عمر (۱۱) سنی رضوی انگریزی مجلہ سالنامہ ایک تعارف۔ مولانا حفیظ رسول (۱۲) علامہ خوشتر اور فروغ رضویات۔ مولانا طارق انور، کیرلا ایڈیٹر پیغام شریعت دہلی (۱۳) ساؤتھ افریقہ میں علامہ خوشتر کی مسلکی خدمات کے مستحکم نقوش۔ مفتی شمس الحق رضوی (۱۴) علامہ ابراہیم خوشتر اور اصلاح معاشرہ۔ مولانا فیض احمد صدیقی (۱۵) علامہ خوشتر اور اصلاح فکر و اعتقاد۔ مفتی محمد اسلم تحسینی (۱٦) علامہ خوشتر کے شعری امتیازات۔ مولانا توفیق احسن برکاتی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۱۷) علامہ خوشتر کا علمی رعب اور وجاہت تبلیغ۔ پیرزادہ مولانا محمد جواد رضا خاں برکاتی شامی (۱۸) خلیل العلما اور خوشتر صدیقی، ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی، مہتمم دار العلوم احسن البرکات سندھ (۱۹) علامہ خوشتر کی ناقابل فراموش خدمات۔ مفتی انوار الحق مصطفوی بریلوی (۲۰) علامہ خوشتر اور تذکرۂ جمیل مولانا شہاب الدین رضوی، بریلی شریف (۲۱) علامہ خوشتر ماریشس میں۔ مولانا ندیم رضا منظری ماریشس (۲۲) علامہ خوشتر اپنے خطبات کے آئینہ میں۔ مولانا ذیشان رضا منظری، ماریشس (۲۳) Gone, but never forgotten

By Maulana Arshad Misbahi,Ingland

(۲۴) علامہ خوشتر کا عشق رسول۔ مولانا منظر وسیم، ملاوی افریقہ (۲۵) علامہ عبد العلیم میرٹھی اور علامہ ابراہیم خوشتر کی حکیمانہ دعوتی خدمات۔ مولانا اشرف الکوثر رضوی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی (۲٦) ماریشس میں جلسۂ عید میلاد النبی اور جلوس محمدی۔ مولانا احمد رضا خوشتری، ماریش (۲۷) بارگاہ خوشتر میں منظوم خراج عقیدت۔ سید وجاہت رسول قادری، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان (۲۸) عالمی سطح پر فروغ رضویات۔ مولانا محمد فروغ القادری، ورلڈ اسلامک مشن لندن (۲۹) علامہ خوشتر کی داعیانہ خصوصیات۔ مولانا عظمت اللہ خاں رضوی، ممبئی (۳۰) ڈربن ساؤتھ افریقہ میں علامہ خوشتر۔ مولانا قیصر رضا رضوی، ساؤتھ افریقہ (۳۱) تذکرۂ جمیل اور سوانحی ادب ایک تقابلی جائزہ۔ مولانا محمد طفیل احمد، سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ (۳۲) علامہ خوشتر کی دعوتی خدمات۔ مولانا ظفر الدین برکاتی، ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان دہلی (۳۳) تذکرۂ جمیل کا نثری اسلوب اور معاصر نثری اسلوب مولانا محمد صادق رضا ممبئی (۳۴) ابراہیم خوشتر دین کے تھے پیشوا۔ (منظوم) مولانا فتح احمد عیش بستوی، ڈربن ساؤتھ افریقہ (۳۵) علامہ ابراہیم خوشتر کی تاریخ گوئی۔ مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی، کاشی پور (۳٦) علامہ ابراہیم خوشتر آغوش مادر سے آغوش لحد تک۔ مولانا محمد مسعود اظہر خوشتر صدیقی، انگلینڈ (۳۷) میرے دادا علامہ خوشتر۔ حضرت مولانا سعد ظفر خوشتر صدیقی، انگلینڈ (۳۸) علامہ خوشتر کی تقریروں کی موضوعاتی فہرست۔ جناب محمد اسد خوشتر۔

حاضرین و شرکا نے متفقہ طور پر یہ اعلان کیا کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف میں ہونے والا یہ سیمینار انتہائی کامیاب ہے۔ کسی بھی سیمینار کی کامیابی کی علامت اس میں پیش کیے گئے وقیع مقالات ہوتے ہیں الحمدللہ! اس سیمینار میں ۱۰۲/ مقالات پیش کیے گئے۔ بہت سے مضمون نگار حضرات نے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے بعد میں لکھ کر بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ مقالات کی یہ ۱۰۲/ والی تعداد ۱۵۰/ تک پہنچ جائے گی۔ ان مقالات کے علاوہ علامہ خوشتر کی بہت سی یادگار تحریریں، خطبات اور درس قرآن میں پیش کی گئیں تفسیروں کو بھی جمع کر لیا گیا ہے ان شاء اللہ بہت جلد یہ تمام تحریریں اور یادگار نقوش ایک گلدستے کی صورت میں ”معارف علامہ ابراہیم خوشتر“ کے نام سے شائع کیے جائیں گے۔

سیمینار کا اختتام صلوٰۃ و سلام اور حضرت مفتی عبد الواجد صاحب کی دعا پر ہوا۔ پھر تمام اکابر و اصاغر شرکائے سیمینار اور خاص کر نوجوان قلم کار حضرات نے فرداً فرداً حضرت صاحب سجادہ سے ملاقات کی، دست بوسی کی، حضرت نے سب کا تفصیلی تعارف حاصل کیا، دعاؤں سے نوازا، شفقت کا اظہار کیا۔ خندہ پیشانی کے ساتھ سب کا شکریہ ادا کیا۔ ☆☆

خیر وخبر

کمالاتِ مصطفیٰ معروف بہ "الامن والعلیٰ" کی تقریب رسم اجرا

۱۶/اپریل ۲۰۱۸ء کی شب ہیوسٹن ، امریکہ کے ایک عظیم الشان جلسے میں مفکر اسلام حضرت علامہ قمرالزماں خاں اعظمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن لندن کے ہاتھوں "کمالات مصطفیٰ" کی رسم اجرا ہوئی۔

خیال رہے کہ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ نے ادارہ شرعیہ پٹنہ سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ "رفاقت" میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرہ آفاق کتاب "الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" کی تلخیص وتسہیل شروع کی اور اپنے یکتائے روزگار پرکشش اسلوب میں نوقسطیں شائع کیں۔اس طرح کتاب کا ایک تہائی حصہ ہی ہوا تھا کہ سلسلہ تھم گیا اور ہجوم کار نے دوبارہ مہلت ہی نہ دی کہ اسے مکمل کرتے۔

مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی نے فرمایا کہ فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلوب بیان نہایت ہی فاضلانہ اور عالمانہ تھا، جس کی وجہ سے ان کی بعض کتابوں تک عام لوگوں کی رسائی آسان نہیں ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب پر لکھی جانے والی متذکرہ کتاب عام فہم اسلوب میں عوامی فائدے کے لیے پیش کی جائے۔ اس لیے قابل مبارک باد ہیں ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب، جنھوں نے اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے اسلوب بیان کی ترجمانی کرتے ہوئے کتاب کی تلخیص وتسہیل مکمل کی اور عام لوگوں کے لیے اس سے استفادہ آسان کر دیا ہے۔

اس موقع پر مفتی علامہ قمرالحسن بستوی نے کہا کہ میری طرف سے ڈاکٹر غلام زرقانی قابل مبارک باد ہیں، جو اپنے بزرگوں کے ادھورے کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔اس موقع پر حضرت مولانا عبدالرب اعظمی، مفتی فیضان المصطفیٰ قادری، حافظ وقاری مولانا غلام مجتبیٰ رضوی، بیرسٹر معین الزماں اعظمی، حضرت مولانا قاری ابراہیم اور بڑی تعداد میں عاشقان مصطفیٰ موجود تھے۔

اس پر مستزاد یہ کہ جدید تحقیقی اور علمی انداز میں کتاب کی طباعت ہوئی ہے۔ کاغذ نہایت ہی عمدہ اور حوالہ جات صفحات کے نیچے درج کیے گئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مصادر ومراجع کے عنوان سے جملہ کتابوں کی تمام تر تفصیلات بھی موجود ہیں۔ واضح رہے کہ یہ کتاب "دارالکتاب، ۴۲۱ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶ سے شائع ہوئی ہے، جو ایک فلاحی ادارہ ہے اس لیے قیمت بھی نہایت ہی مناسب رکھی گئی ہے۔ یہ کتاب سارے ہندوستان کے دینی کتب خانوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

از: ڈاکٹر غلام زرقانی، ghulamzarquani@yahoo.com

چھترپور مدھیہ پردیش میں تحفظِ شریعت کانفرنس

۲۱/ اپریل ۲۰۱۸ء بعد نمازِ عشا چھترپور ضلع پنّا میں حضرت مستان شاہ بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احاطۂ پرنور میں دار العلوم قادریہ معینیہ کے زیرِ اہتمام ساتواں سالانہ دستار بندی کا پروگرام بنام تحفظِ شریعت کانفرنس منعقد ہوا، کانفرنس کی قیادت حضور حافظِ ملت کے مریدِ صادق حضرت علامہ مفتی محمد لقمان رضوی دام ظلہ العالی فرمارہے تھے، آپ ہی اس ادارے کے بانی ومہتمم ہیں۔ ۲۵/ مئی ۲۰۰۱ء میں دار العلوم قادریہ معینیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا، یکم جون ۲۰۰۲ء میں دار العلوم میں مطبخ کا اہتمام شروع ہوا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک بحسن وخوبی جاری ہے۔

کانفرنس میں ملک کے مشاہیر علما اور شعرا نے شرکت فرمائی، خاص طور پر مفکرِ اسلام خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ ومدیرِ اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے شرکت فرمائی۔

۹/ بجے شب حضرت قاری محمد حامد رضا ناظمِ اعلیٰ دار العلوم قادریہ معینیہ نے تلاوتِ کلام ربانی سے کانفرنس کا آغاز فرمایا، ان کے بعد الحاج ضیاء الدین اور عبد الجلیل کی نعت خوانی ہوئی، حضرت مولانا قاری سخاوت حسین نے خطاب فرمایا جو بہت کامیاب ہوا، ان کے بعد نسیم اختر ناگ پوری نے اپنے مسحور کن انداز میں حضرت مفتیِ اعظم ہند کی نعت پڑھی، اب وہ خوب صورت منظر نگاہوں کے سامنے آیا اور خوش کن ماحول میں دار العلوم سے فارغ ہونے والے پانچ حفاظ کی رسم دستار بندی ادا کی گئی، دستار بندی فرمانے والوں میں ادارہ کے بانی

حضرت علامہ مفتی محمد لقمان رضوی، مفکرِ اسلام حضرت علامہ مفتی مبارک حسین مصباحی اور دیگر علمائے کرام تھے، الحاج رفیق کیپٹن نے اپنی نعت خوانی سے کانفرنس کا رنگ مزید دوبالا کر دیا، اسی ماحول میں شاعرِ اہلِ سنت عبدالمبین گوالیری سے انتہائی عمدہ کلام سنا گیا۔

نقابت کے فرائض مشہور ناظمِ اجلاس حضرت قاری زاہد حسین رضوی، چرمری، چھتیس گڑھ انجام دے رہے تھے۔ آپ نے بروقت بڑے عشق انگیز اشعار پیش کیے، حدِ نظر مجمع سراپا شوق ہو گیا، اب ناظمِ اجلاس نے بڑے سلیقے سے فصاحت و بلاغت کے گوہر لٹاتے ہوئے معروف خطیب و ادیب مفکرِ اسلام حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی کو نعروں کی گونج میں خطاب کی دعوت دی۔

حضرت تشریف لائے اور بڑے سکون سے عشقِ رسول اور تحفظِ شریعت کے موضوع پر خطاب فرمایا، آپ نے فرمایا قابلِ صد مبارک باد ہیں حضرت مفتی محمد لقمان رضوی عزیزی دامت برکاتہم العالیہ جنھوں نے اپنی پوری عمر خدمتِ دین اور تحفظِ شریعت میں گزاری، آج جو دستارِ حفظ کا خوب صورت منظر نظر آ رہا ہے، یہ ان کا علمی اور روحانی فیض ہے، آپ حضرات کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کو دار العلوم میں داخل کرائیں، اپنے نونہالوں کی اور اپنی کامیابیوں کی ضمانت حاصل کریں۔

حضرت نے عشقِ رسول ﷺ کے حوالے سے فرمایا، آج پوری دنیا میں اہلِ سنت و جماعت عشقِ رسول ﷺ کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں، اور یہ شہرت ان کے صحابۂ کرام کے نقوشِ قدم پر چلنے کی زندہ دلیل ہے، آپ نے فرمایا: اہلِ سنت و جماعت اپنے اکابر کا بھی اپنی حیثیت کے مطابق ادب و احترام کرتے ہیں اور ان کے وسیلے سے اپنی دعاؤں کی مقبولیت کی سند حاصل کرتے ہیں۔ روحانیت کی جلیل القدر شخصیت حضرت مستان شاہ بابا قدس سرہ العزیز کا روضۂ اقدس نگاہوں کے سامنے ہے، اس مقدس بارگاہ میں ہم نے بھی حاضری دی اور مسلسل ان کے دیوانوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔

آپ نے عہدِ حاضر کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فلسطین، یمن، شام، عراق، برما اور افغانستان کا بھی انتہائی الم ناک انداز سے ذکر فرمایا اور خاص طور پر ہندوستانی مسائل، بیک نشست تین طلاق، زنا کاری، نوٹ بندی وغیرہ پر بھی بھرپور روشنی ڈالی اور آخر میں فرمایا، مسلمانو! یاد رکھو، یہ سچ ہے کہ آج دنیا میں تمام باطل طاقتوں کے نشانہ ہم بنے ہوئے ہیں، مگر ہمیں بھی اپنے کردار و عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کو اپنے عقائد و اعمال میں گہرائی سے سوچنا چاہیے کہ ہماری اسلامی زندگی کا معیار کیا ہے اور کہاں تک ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں؟

کانفرنس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام اور ائمۂ عظام نے شرکت فرمائی، چند نام حسب ذیل ہیں:

حضرت مولانا ریاض احمد باندوی، حضرت مولانا صوفی آزاد قادری چرمری، چھتیس گڑھ، مبلغ اسلام حضرت الحاج محمد اسلم عطاری بلاس پوری۔ صلاۃ و سلام کے بعد حضرت مفکرِ اسلام نے رقت خیز دعا فرمائی، حضرت مفتی محمد لقمان رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی صحت و عافیت کے لیے خصوصی دعا فرمائی، آخر میں حضرت مفتی محمد لقمان رضوی دامت برکاتہم القدسیہ نے تمام علما، شعرا اور سامعین کا شکریہ ادا فرمایا اور پھر آپ کے اعلان پر کانفرنس اختتام پزیر ہوئی۔

الحاج احسان احمد برتن والے کے نوجوان لڑکے کا انتقال

یہ جان کر آپ کو افسوس ہوگا کہ پرانی بستی، مبارک پور کے معروف فرد الحاج احسان احمد کے نوجوان فرزند ارجمند فیضان احمد، عمر ۱۸/ سال کا ممبئی میں علاج کے دوران وصال ہو گیا۔ انتقال کے وقت یہ نیک خو نوجوان کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملا۔

یہ حادثۂ فاجعہ ۲۰/ اپریل ۲۰۱۸ء بوقت ۱/ بج کر ۳۰/ منٹ پر دن میں پیش آیا۔ ۲۳/ اپریل کو نمازِ جنازہ ادا کی گئی، الحاج احسان احمد صاحب دعوتِ اسلامی کے اہم رکن، نیک سیرت اور بلند اخلاق ہیں۔ یہ نوجوان ان کا اکلوتا بیٹا تھا، اللہ تعالیٰ کارساز ہے، ہر پیدا ہونے والے کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے، اس کے انتقال پر عام طور پر اظہارِ غم کیا گیا اور ایصالِ ثواب بھی کیا گیا، ہم دعا کرتے ہیں، مولا مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی روفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

از: محمد محبوب عزیزی، مبارک پور

☆☆☆☆

فاروقیہ بک ڈپو کی خصوصی پیش کش

خوشخبری

الحمدللہ! ہندوستان میں پہلی بار اردو ترجمے کے ساتھ

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور حاشیہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

فتاوی شامی

رَدُّ المُحتار علی الدرّ المُختار شرح تنویر الابصار

محمد امین بن عمر الشہیر بابن عابدین رحمہ اللہ — محمد بن علی بن محمد الحصکفی رحمہ اللہ — محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی رحمہ اللہ

قیمت -/9600

﴿علم وآگہی سے بھرپور﴾ ﴿فہم ودانش سے معمور﴾ ﴿علوم ومعارف سے لبریز﴾

خصوصیات

- اردو میں عربی کے ساتھ پہلا سلیس اور رواں ترجمہ۔
- فقہ وافتا میں تخصص کرنے والوں کے لئے وقیع فقہی ذخیرہ۔
- مذہب حنفی کے اصول وقواعد کا ضخیم انسائیکلوپیڈیا۔
- مدارس، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ واساتذہ کی ضرورت۔
- فقہ حنفی میں فتوی وافتا کا بنیادی ماخذ۔
- ایک ایسا فتاوی جس میں ہر مسئلہ کا مدلل وشافی شرعی حل ہے۔
- تمام مذاہب فقہ میں یکساں مقبول۔
- شرعی وقانونی موشگافیوں کے حل میں علماء کرام کا رہنما۔
- فتوی نویسی میں طلبہ کیلئے بہترین گائیڈ۔
- مدرسین اور مفتیان عظام کے لئے لاجواب تحفہ

بکنگ کے لئے رابطہ کریں

FAROOQIA BOOK DEPOT Whatsapp No. 9718901005

422/c Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06, Ph. 011-23266053, 23267199, E-mail : farooqiabookdepot@gmail.com

Bank: State Bank of India, Farooqia Book Depot, A/C No. 31497170850 Branch Code-02366 Jama Masjid, Delhi

कादरी टूर
हज उमरह व ज़ियारत टूर
حج وعمرہ
آؤ بغداد شریف چلیں
زیارت بغداد شریف
10 दिन Rs.65000/3Star होटल
Rs.55000/- میں آستانے پر رہائش ۱۰ر دن-/Rs.65000ر ہزار روپئے میں ہوٹل ۳ر اسٹار
سفر۱۰ر دن کا روانگی ۲۵ر سے ۳۰ مارچ ۲۰۱۸ ہزار ر۵۵۰۰۰
بغداد شریف، کربلا، نجف، اشرف، میسّب، ہلہ، آزمیا، مدائن، کاظمین، شریف کی
تمام مقامات مقدسہ کی زیارتیں اے۔سی، بسوں کے ذریعہ
غوث پاک کے آستانہ پر رہائش صبح ناشتہ، دوپہر ورات کا کھانہ شامل
سہولیات سعودی ایئر لائن سے سفر، ناشتہ، کھانا، رہائش، زیارت، لانڈری مکہ سے مدینہ منورہ آنے جانے کا بس سے، زمزم ہدیہ
رمضان شریف کا عمرہ ۱۵ر دن کے لئے ۸۰۰۰۰ ہزار
۲۸ر دن کے لئے ۱۰۵۰۰۰ ہزار
۱ ر تاریخ سے ۱۰ تاریخ کے بیچ
لکھنؤ سے ۱۵ دن کے لئے 56000/00 مکہ میں ہوٹل کی دوری ۶۰۰ میٹر مدینہ منورہ میں ہوٹل کی دوری ۲۰۰ میٹر
لکھنؤ سے ۱۵ دن کے لئے 50000/00 مکہ میں ہوٹل کی دوری ۱۱۰۰ میٹر مدینہ منورہ میں ہوٹل کی دوری ۵۰۰ میٹر
دہلی سے روانگی ۱۵ دن کے لئے 41000/00 ایئر اتھوپیہ مکہ میں ہوٹل کی دوری ۱۱۰۰ میٹر مدینہ منورہ میں ہوٹل کی دوری ۵۰۰ میٹر
جانے کی تاریخ۔۲۰ر فروری ۲۰۱۸ واپسی۔۸ر مارچ ۲۰۱۸ جانے کی تاریخ۔۱۵ر اپریل ۲۰۱۸ واپسی۔۲ر مئی ۲۰۱۸
جانے کی تاریخ۔۲۵ر مئی ۲۰۱۸ واپسی۔۲ر جون ۲۰۱۸
होटल मदीना मुनव्वरा
होटल मक्का मुकर्रमा
ہر ماہ روانگی
हर महीना रवानगी
HAJJ & UMRAH
VISA SERVICE
COMFORT TRANSPORTATION
MANPOWER RECRUITMENT
AIR TICKETING
COMFORT HOLIDAY
مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں
IATA
TAFI
Comfort TRAVEL GROUP
We Provide Comfort
APPROVED BY GOVT. OF INDIA (COMFORT TRAVELS)
REGD. NO. B-0182/BOM/PART/1000+/3/3513/92-93 (Ministry of Labour)
Email: lucknow@comforttravelgroup.com
Website: www.comforttravelgroup.com
Contact
Haji Yar Mohammad Qadri
Mob: 9616216647
Mohammad Alam Qadri
Mob: 9628926105
Address
D-15, 1st Floor, Arif Chamber-II
Sahara India Bhawan, Kapoorthala
Aliganj, Lucknow
Contact :0522-4079306
7054 111083